قرآن کریم اور سُنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۶ شمارہ: ۱

محرم الحرام: ۱۴۴۴ھ - اگست: ۲۰۲۲ء

قیمت فی شمارہ: ۵۰ روپے، زرِ سالانہ: ۶۰۰ روپے

مُدیر/مُدیر مَسئُول
مولانا سیّد سُلیمان یوسُف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سیّد احمد یوسُف بنوری

مُدیر مُعاوِن
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظِم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

یورپی اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ''بینات'' میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 Ext. 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk *Email*: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری مطبع: شفق پرنٹنگ پریس طابع: حافظ ثناء اللہ واحدی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

مہنگائی اور معاشی بحران سے کیسے نمٹا جائے؟!	۳	
سیلاب زدگان کی دادرسی کیجیے!	۷	محمد اعجاز مصطفیٰ
پاک فوج کے عظیم قومی سانحہ پر اظہارِ تعزیت	۸	

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانیؒ بنام حضرت بنوریؒ	۹	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک کی اپیل	۱۲	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
رِبا الجاہلیہ، رِبا الاسلام اور اسلامی بینکاری	۱۸	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی
جلوۂ دانشِ فرنگ (مغرب سے مرعوبیت)	۲۵	ڈاکٹر اسد زمان، ترجمہ: حماد رشید
اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم... تذکرہ و مختصر تعارف	۳۸	مفتی عبدالصمد ساجد
عربی زبان سیکھنے کے اہم اصول وضوابط (قسط:۱)	۵۲	مولانا ارشاد احمد سالارزئی

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا قاری محمد علی مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۵۶	جناب حسن خلیل مدنی

دار الافتاء

اسلام میں ذات پات کی حیثیت!	۵۹	ادارہ

نقد و نظر

بیع مؤجل کے بارہ میں فیصلہ کن رائے	۶۱	ادارہ
الفاظِ طلاق کے احکام.... لہوالحدیث (لایعنی قول وفعل)		

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بصائر و عبر

مہنگائی اور معاشی بحران سے کیسے نمٹا جائے؟!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جغرافیائی اعتبار سے ہمیں بہترین زرخیز ملک اور خطہ عطا کیا ہے، جو بے بہا نعمتوں سے مالا مال ہے۔سونا، چاندی، تانبے کے علاوہ دیگر قیمتی دھاتوں کے خزانے اس میں مدفون ہیں۔ نایاب قیمتی پتھر اور ہیرے جواہرات کی فراوانی ہے۔تیل، گیس اور کوئلہ کی کمی نہیں۔ دریا، نہریں اور آب پاشی کا نظام موجود ہے،جس کی بنا پر زرخیز زمین سونا اُگل رہی ہے۔کون سا پھل اور کونسی زرعی جنس ہے جو پاکستان میں نہیں اُگتی۔ پاکستانی قوم محنت کش اور جفاکش قوم ہے۔ پاکستانی قوم کا شمار دنیا کی ذہین ترین قوموں میں ہوتا ہے۔اس کے باوجود ملک میں اقتصادی اور معاشی عدمِ استحکام نے ایک بحران کی شکل اختیار کرلی ہے،جس سے عوام میں فکری انتشار کی کیفیت پیدا ہوچکی ہے۔حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف ایک دوسرے کو اس صورت حال کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ دوسری طرف اخبارات، الیکٹرونک میڈیا اور خصوصاً سوشل میڈیا جلتی پر تیل کا کام کررہا ہے۔سوال یہ ہے کہ کیسے اس عظیم مملکت کی معیشت تباہ ہوئی، کیسے اس ملک کو قرضوں میں جکڑ دیا گیا اور ان قرضوں کی رقم کہاں خرچ ہوئی؟ ملکی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود اس قوم نے کشکول کیوں ہاتھ میں پکڑا؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ حکمران طبقے کو جو مراعات وسہولیات میسر ہیں اور جس قسم کی وہ پرآسائش زندگی گزار رہا ہے، وہ تمام کا تمام عوام کے ٹیکسوں کی رقم کی بدولت ہی ہے۔ ہوا یہ کہ جب حکمران طبقے کو ٹیکسوں سے ان سہولیات اور مراعات کے لیے مطلوبہ رقم نہ ملی تو وہ مقامی اور عالمی مالیاتی اداروں سے قرض لینے لگا، تا کہ حکومتی اخراجات پورے ہوسکیں۔ عوام کی فلاح اور بہبود کے نام پر لی گئی امداد اور قرض کو ''اوپر کی آمدنی'' سمجھ کر حکمران طبقہ پھلنے اور پھولنے لگا۔ اس نے خود کو مراعات یافتہ بنالیا اور اور اپنے آپ کو اَن گنت سہولیات دے ڈالیں۔ بتدریج حکمران طبقے نے اپنا معیارِ زندگی بلند رکھنے کی خاطر قرضوں اور امداد کی رقم کو استعمال کرنا اپنا وتیرہ بنالیا۔ آج یہ عالم ہے کہ سرکاری خزانے سے لاکھوں روپے ماہانہ لینے والے ارکانِ اسمبلی، وزیر، مشیر، سرکاری افسر، ججوں وغیرہ کو مفت پٹرول، بجلی، گیس، رہائش، سیکورٹی اور فضائی ٹکٹ وغیرہ ملتا ہے۔ وہ مختلف قسم کی مراعات وسہولیات سے مستفید ہوتے ہیں، جبکہ پچیس ہزار روپے کمانے والا ایک عام پاکستانی ہر قسم کا ٹیکس ادا کرتا ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری سے عوام پریشان ہیں، یہ سراسر بے انصافی ہے، جس کی بنا پر ملک میں سیاسی افراتفری، غیریقینی صورت حال، عدمِ تحفظ، عدمِ استحکام اور انتشار عروج پر ہے۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان تمام معاملات اور واقعات کے پیچھے بین الاقوامی سازش، عالمی منافع خوری، یہودی سٹے بازوں اور ملک دشمن عناصر کی چال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان معاشی طور پر دیوالیہ ہوجائے اور مسلمانوں کی عزت وناموس خاک میں مل جائے۔ اس معاشی اور اقتصادی بحرانی صورت حال سے نکلنے کے لیے بلاتفریق ہم سب کو چند کام کرنا بہت ضروری ہوں گے:

❶- ہم سب کو اپنے ملک سے محبت کے عہد کی تجدید کرنا ہوگی، اس لیے کہ ملک ہے تو ہم سب ہیں، اگر خدانخواستہ ملک غیر مستحکم ہوا یا اُسے کچھ ہوگیا تو محفوظ کوئی بھی نہیں رہے گا۔ اگر ملکی آزادی کی قدر معلوم کرنی ہے تو اپنے ہمسایہ ملک افغانستان سے معلوم کریں، جنہوں نے مسلسل چالیس سالوں تک بیرونی استعماروں کے خلاف قربانیاں دے کر آزادی حاصل کی اور آج وہ آزادی کا سانس لے رہے ہیں اور کسی ملک کے مقروض نہیں۔

❷- ہم سب کو خلوصِ نیت سے اس ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے اپنے اپنے دائرہ کار میں سادگی، صداقت، امانت اور دیانت کا پاس رکھتے ہوئے محنت، جدوجہد اور کوشش کرنا ہوگی۔ آج جو ممالک ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ہیں، ان کی حکومت اور قوم نے اپنا مقصد، نصب العین اور رُخ ایک متعین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر کے محنت اور کوشش کی، تو وہ منزلِ مقصود اور مراد تک پہنچ سکے، اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم سب ملکی ترقی کے لیے یہ کام کریں، تو ان شاء اللہ! بہت جلد ترقی پذیر ممالک میں ہمارا نام بھی شامل ہو جائے گا۔

❸ - تمام سیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں مل بیٹھ کر اتفاق سے ''میثاقِ معیشت'' مرتب کریں کہ حکومت جس پارٹی کی بھی ہو، اس میثاقِ معیشت پر کام برابر جاری رہے گا اور جو حکومت بھی اس کے خلاف کرے گی، قانوناً وہ مجرم قرار پائے گی اور آئین میں اس کی سزا تجویز کی جائے۔ تمام جماعتیں میثاقِ معیشت میں یہ طے کرلیں کہ وطنِ عزیز سے جس طرح قانونی عدالتی طور پر سود کو حرام اور ممنوع قرار دیا ہے، اسی طرح سرکاری، انتظامی اور بینکاری سطح پر بھی ممنوع قرار دیں۔

❹ - سیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ ملکی ترقی کے تناظر میں اپنی اپنی جماعت کی ترجیحات اور پالیسیاں بنائیں۔ بیرونی مفادات یا ان کے منظورِ نظر ہونے کے لیے کوئی پالیسی نہ بنائیں، انہی چیزوں نے ہمارے ملک کو آج تک ترقی سے روک رکھا ہے۔

❺ - افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومتی افراد کے بالا طبقے سے لے کر ایک ادنیٰ ملازم تک رشوت اتنا عام ہوگئی ہے کہ ہر ایک اس کے لینے کو اپنا حق سمجھتا ہے، حتیٰ کہ سروس مکمل کرنے والے کو گورنمنٹ سے ملنے والے الاؤنس، جمع شدہ واجبات اور پنشن اس وقت تک نہیں مل سکتی، جب تک کہ وہ اسی ادارہ کے اسی کام پر مامور افسران اور کلرکوں کو اپنی جائز کمائی کا ایک حصہ نہ دے۔ ان میں رشوت اتنا رچ بس گئی ہے کہ جب تک رشوت نہیں دیں گے، کسی ادارہ سے کام ہونا ممکن نہیں۔ اور اگر منہ مانگی رشوت کوئی دے گا تو صرف جائز ہی نہیں، بلکہ اس کا ناجائز کام بھی ہو جائے گا۔ آپ ہی بتائیں اس صورت میں کسی ملک کی بھی سیکورٹی یا سلامتی محفوظ رہ سکتی ہے؟ آج ہمارے ملک کے مقروض ہونے کی ایک بڑی وجہ رشوت ہے، جب سرحدات سے آنے والے مال کی ڈیوٹی نہیں لی جائے گی یا برائے نام لی جائے گی، اس سے ملکی خزانہ کمزور نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟ لیکن راشی افسران اس سے طاقتور ہوتے رہیں گے، جیسا کہ ہمارے ملک کا ایک بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے۔

❻ - تمام ملکی ادارے چاہے عدلیہ ہو، اسٹیبلشمنٹ ہو، بیوروکریسی ہو، یا کوئی اور، اپنے اندر سے افتراق، انتشار، گروپ بندی یا اپنی پسند اور ناپسند کو ختم کریں، اس سے پورا ملکی ڈھانچہ ہل کر رہ گیا ہے، جیسا کہ آج کی فضا میں ہر عام وخاص کی زبان پر یہ موجود ہے، کوئی کہتا ہے فلاں پارٹی کو فلاں ادارے کی سپورٹ ہے، فلاں فلاں ججز فلاں فلاں پارٹی کے حق میں فیصلے دیتے ہیں، اس طرح کی سوچ

ملکی اداروں سے عوام کے اعتماد کو متزلزل کردیتی ہے، اس سوچ کا جتنا جلد ہوسکے خاتمہ ہونا چاہیے۔

❼- چونکہ ہمارا ملک' زرعی ملک ہے، اور زراعت کی ترقی پانی کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے پانی کے ذخیرہ کے لیے زیادہ سے زیادہ ڈیموں کا ہونا بہت ضروری ہے اور ساتھ ہی زرعی پیداوار کی ترقی اور منڈیوں تک اس کا باحفاظت پہنچانے کا خاطر خواہ انتظام ہونا بہت ضروری ہے، ان شاء اللہ! اس سے جہاں روزگار میں اضافہ ہوگا، وہاں مہنگائی بھی ختم ہوجائے گی۔

❽- بے جا خرچ ہونے والی سرکاری رقوم پر کنٹرول کرکے سرکاری قرضوں کی وصولی کو یقینی بنایا جائے، آج تک جتنا لوگوں نے سرکاری قرضے حیلے بہانوں سے معاف کرائے ہیں، اور آج وہ قرضے واپس کرنے کی پوزیشن میں ہیں تو ان تمام لوگوں سے وہ رقوم واپس لی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکی معیشت کو ہر سطح پر سود سے پاک کرنے کی جلد از جلد کوشش کی جائے، اس سے بھی ملکی معیشت کو بہت زیادہ سنبھالا ملے گا۔

❾- سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا حکمران اور مقتدر طبقہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک نظریۂ پاکستان کے نفاذ میں مجرمانہ غفلت اور پہلوتہی کرتا آیا ہے، جبکہ آج بھی ہر حلف میں چاہے صدر، وزیراعظم یا وزیراعلیٰ کا ہو یا کسی وزیر کا، اس میں عہد لیا جاتا ہے کہ ''میں اسلامی نظریہ جو کہ پاکستان کی اَساس ہے، اس کی حفاظت کروں گا اور اس کے لیے کوشاں رہوں گا۔'' لیکن آج تک کسی نے اس کی پاسداری نہیں کی۔ کیا یہ آئین کی خلاف ورزی نہیں؟! اس لیے ضرورت ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ میں خلوصِ نیت سے عملی کوشش شروع کرنا چاہیے، اس سے ان شاء اللہ! جہاں بہت ساری خرابیوں کا سدِباب ہوجائے گا، وہاں اللہ تعالیٰ کا کرم اور مدد بھی شاملِ حال ہوجائے گی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ'' (المائدۃ:۶۶)

ترجمہ: ''اور اگر بے شک وہ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور جو نازل کیا گیا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے، ضرور وہ کھاتے (اللہ کا رزق) اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے، ان میں سے ایک گروہ میانہ رو ہے اور بہت سے ان میں ایسے ہیں کہ برا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

⑩ - اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع واقسام کی جو نعمتیں ہمیں عطا کر رکھی ہیں، چاہے دینی ہوں یا دنیوی، ان نعمتوں کا اپنے قول اور عمل سے ہر موقع پر شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور ناشکری سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے، کیونکہ ناشکری کرنے سے نعمتوں کے چھن جانے کا اندیشہ رہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک بستی والوں کا تذکرہ کیا ہے:

''وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ'' (النحل:۱۱۲)

''ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالتِ عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن واطمینان میں (رہتے) تھے (اور) ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں، سو انھوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو ان حرکات کے سبب ایک محیط قحط اور خوف کا مزا چکھایا۔''

بہر حال اب وقت ہے کہ ملکی معیشت کو سنبھالا دیا جائے اور سنجیدگی سے روپے کی گرتی ہوئی قدر کو روکا جائے اور ملک وقوم کی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت قومی خزانہ کو امانت سمجھتے ہوئے اس کے تحفظ کے لیے ممکنہ اقدامات کیے جائیں۔

سیلاب زدگان کی دادرسی کیجیے!

ملک کے طول وعرض میں حالیہ بارشوں نے سیلابی طوفان کی صورت اختیار کر لی، جس میں صوبہ پنجاب کے چند اضلاع اور صوبہ کے پی کے اور بلوچستان کے اکثر اضلاع اس کی زد میں آئے ہیں، مثلاً چمن، خضدار، لسبیلہ اور جھل مگسی سمیت ان کے آس پاس کے علاقوں میں بہت زیادہ تباہی اور سنگین صورت حال ہے۔ قدرتی آفات سے نمٹنے کے صوبائی ادارے پی ڈی ایم اے کی جانب سے ۲۶ / جولائی تک کیے جانے والے اعداد وشمار کے مطابق ۱۳ / جون سے اب تک مجموعی طور پر ایک سو پانچ لوگ جاں بحق ہوئے، جن میں ۴۱ / مرد، ۳۰ / خواتین اور ۳۴ / بچے شامل ہیں۔ چھ ہزار گھر مکمل اور جزوی طور پر متاثر ہوئے، جبکہ دو لاکھ ایکڑ اراضی پر فصلوں کو بھی نقصان پہنچا۔ وفاقی حکومت خصوصاً وزیر اعظم میاں شہباز شریف اور اس کے وفاقی وزراء مولانا اسعد محمود صاحب اور مولانا عبدالواسع صاحب ان سیلاب زدگان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے پاس صوبہ بلوچستان اور کے پی کے میں گئے ہیں، کچھ اقدامات کا اعلان بھی کیا ہے، صوبائی حکومتیں بھی اپنے وسائل میں رہتے ہوئے ان کی امداد اور بحالی کے لیے کام کررہی ہیں، لیکن پھر بھی سب کی بحالی ناممکن ہے، اس لیے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ذمہ داران کی صاحبِ ثروت حضرات اور فلاحی اداروں سے درخواست ہے کہ ان سیلاب زدہ علاقوں کا خود سروے کر کے ان تک اپنی امداد پہنچائی جائے اور ان مفلوک الحال لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد کی جائے۔

پاک فوج کے عظیم قومی سانحہ پر اظہارِ تعزیت

پاک فوج کے شعبہ تعلقاتِ عامہ (آئی ایس پی آر) کے مطابق یکم اگست ۲۰۲۲ء کی شب بلوچستان میں سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں امدادی کارروائیوں میں مصروف پاکستان آرمی ایوی ایشن کا ہیلی کاپٹر لاپتہ ہوگیا تھا، جس میں ۱۲ کور کے کمانڈر سمیت ۶ /افراد سوار تھے۔ ابتدائی تحقیقات کے مطابق ہیلی کاپٹر کو خراب موسم کی وجہ سے حادثہ پیش آیا، ہیلی کاپٹر کا ملبہ لسبیلہ کے علاقے وندر میں موسیٰ گوٹھ سے ملا۔ واقعے میں ہیلی کاپٹر میں سوار تمام ۶ /افسران اور سپاہی شہید ہوگئے، جن میں کور کمانڈر، لیفٹیننٹ جنرل سرفراز علی بھی شامل ہیں۔ شہداء میں ڈائریکٹر جنرل پاکستان کوسٹ گارڈ میجر جنرل امجد حنیف ستی، بریگیڈیئر محمد خالد، میجر سعید احمد، میجر محمد طلحہ منان اور نائیک محمد فیاض شامل ہیں۔ شہید کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل سرفراز علی تمغۂ بسالت تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ افواجِ پاکستان کے ان بہادر جوانوں کی شہادتوں کو قبول فرمائے، ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے، اور ان کے بچوں کی کفالت فرمائے، آمین۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم، نائب مہتمم، انتظامیہ اور تمام اساتذہ پاک فوج کے ان شہداء کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان سب کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان شہداء کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ان کی بدولت پاکستان کو امن کا گہوارہ بنائے اور اس ملک کی تمام مشکلات کو حل فرمائے، آمین۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد و علٰی آلہٖ و صحبہٖ أجمعین

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مکاتیب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ

بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مکتوب حضرت مولانا ابوالوفا افغانی رحمہ اللہ بنام حضرت بنوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلال کوچہ نمبر ۴۶۵، حیدرآباد دکن

شنبہ ۲؍رجب سنہ ۷۹ھ

عزیزِ محترم مولانا سید محمد یوسف صاحب زاد اللہ فضلاً ورفعةً!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید (ہے) کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔ بچی کی بصارت کے متعلق اس اثنا میں کیا علاج کیا گیا؟ اور بیماری اب کس درجہ پر ہے؟ تحریر کرنا۔ نیز تحریر کرنا کہ ''مختصر الطحاوي'' کی صحیح تعداد کیا ہے؟ یعنی ملا خان محمد صاحب مرحوم کے پاس سے کتنے نسخے وصول ہوئے؟ اور ناقص نسخے کی کیا شکل ہے؟ کتنا ناقص ہے؟ اور کس جانب سے؟ نیز ''اصولِ سرخسی'' کے کتنے نسخے ہیں اس وقت آپ کے پاس؟ اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ آپ کے مدرسہ کے لیے لیے گئے یا امانت ہیں؟ اعصاب کی کمزوری کی بیماری مجھے زمانہ سے ہے، لیکن اب بہت بڑھ گئی ہے، بائیں جانب کے اعضاء میں اس کا شدید احساس ہوا ہے۔ خیال تھا کہ آب وہوا کی تبدیلی کے لیے افغانستان جاؤں، لیکن آج کل وہاں کا ماحول شاید سازگار نہ ہو کہ اختلافات ہیں اور پکڑ جکڑ، علماء کا گروہ حکومت کے خلاف ہے۔ پاکستان آب وہوا کی تبدیلی کے لیے جاؤں تو شاید سفیرِ افغانستان کی جانب سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اجازت ملتی ہے یا نہیں؟ اور موسم بھی ناساز گار ہے۔ اُمید (ہے) کہ آپ مع اہل وعیال بعافیت ہوں گے۔ ماموں صاحب (حضرت بنوری کے ماموں مولانا فضلِ صمدانی صاحب رحمہا اللہ) کے مزاج کی خبر ہو تو مطلع کرنا۔ اور عزیزم مولوی عبدالرشید (نعمانی) صاحب کو میرا اسلام کہہ دینا۔ والسلام و دُمتُم بالخیر!

ابوالوفا

نوٹ: یہ مکتوب کارڈ کی صورت میں ہے، پتہ مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے: بخدمتِ گرامی جناب مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری، صدر مدرس مدرسہ عربیہ، جامع مسجد نیوٹاؤن، کراچی پاکستان (غربی)

از جلال کوچہ نمبر ۴۶۵، حیدرآباد، دکن (ہند)

دوشنبہ ۲۲ / ماہِ مبارک صیام سنہ ۷۹ھ

عزیزِ محترم أدام اللہ بقاءَہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مکتوبِ مبارک وصول ہو کر موجبِ مسرت ہوا۔ افریقہ سے خط آیا کہ سملک (گجرات، انڈیا) سے چار سو روپے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ خط آ کر کئی دن ہوئے، لیکن آج تک سملک سے روپے نہیں آئے۔ نیز افریقہ کے خط میں لکھا تھا کہ ''النکت'' کے دو نسخے مجلسِ علمی کو نہیں پہنچے، جس سے مجھے تعجب ہوا، ۴ نسخے آپ کے نام ارسال کیے تھے، ایک آپ کا، اور ایک عزیزم مولوی عبدالرشید کا، دو مجلسِ علمی کے، وصول ہونے کی اطلاع بھی آپ نے دی تھی، اور نسخوں کے مستحقین کا بھی ذکر آپ نے کیا تھا، کیا واقعہ ہے؟ تحریر فرمائیں۔

(کتابوں کی خرید وفروخت کے حساب میں) آمد وخرچ سب وضع کر کے تفصیل روانہ کرنا، تا کہ یہاں مجلس کے حسابات کے کتابچہ میں درج ہو، اور میں ذمہ داری سے سبک دوش ہوں، کیونکہ دیانت کے خلاف ہوگا کہ میں مرجاؤں اور حساب غیر مکتوب غیر فیصل شدہ رہ جائے اور میرے بعد معتمدِ مجلس کو حساب نہ ملے۔

افریقہ سے ۱۰ / شعبان کو خط آیا کہ مجلس کی رقم مولانا بنوری کی جانب سے آپ کے ہاں سملک سے آجائے گی، آج ۲۲ / ماہِ صیام ہے، مگر رقم اب تک نہیں آئی۔ توقع ہے کہ وصول ہوجائے گی، ان شاء اللہ! آپ نے مجھے آب وہوا کی تبدیلی کے لیے کراچی آنا تحریر فرمایا ہے، اس کا میں کیا جواب دوں کہ اول تو میرے پاس اتنا دور سفر کرنے کا سروسامان ہی نہیں کہ وہاں پہنچ سکوں۔ دوسرے وہاں خرچ کرنے کا مسئلہ ہے۔ علاوہ ازیں کراچی کی آب وہوا تو تن درست کو بیمار کرتی ہے، نہ کہ وہاں بیمار اچھا ہو۔ البتہ کوئٹہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

و پشاور کی آب و ہوا سے فائدہ ممکن ہے، لیکن میں اتنا مصارف کہاں سے کرسکوں؟ نیز اب سر پر گرمی آرہی ہے، اور اُدھر کی گرمی بہت تیز ہوتی (ہے)، جسے میں سہہ نہیں سکتا۔ اب تک جاڑا موافق ہوتا تھا، اس سال وہ بھی موافق نہ رہا، اور جاڑے میں مرض کی زیادتی ہوئی۔ علاوہ ازیں ویزہ وقت پر ملنا بھی کارے دارد! اور اس وقت افغانستان و پاکستان کا اختلاف شباب پر ہے، یہاں کا سفیر وہاں کا ویزہ دیتا ہے یا نہیں؟ غرض کہ دل تو تبدیلِ آب و ہوا کا خواہاں ہے، لیکن اسباب نامساعد ہیں، کیا کیا جائے؟!

دل مانگے ہے رام کو تن مانگے آرام
دبدا میں گئے دونوں مایا ملی نہ رام

ایک چیز بہت ہی تعجب کی ہے کہ آپ کے مکاتیب اکثر بلا تاریخ ہوتے ہیں، جس سے بعد از وقت بڑی دقت ہوتی ہے کہ کونسا کب کا؟ اور کونسا مقدم وکونسا مؤخر ہے؟ اہلِ علم کی شایانِ شان نہیں کہ تاریخ جیسی اہم چیز کو فراموش کردیں۔ مفتی (مہدی حسن شاہ جہانپوری) صاحب کا میرے پاس بھی ایک زمانہ کے بعد خط آیا، وہ بھی جواباً، جس سے معلوم ہوا کہ بیماریوں نے ان کو بہت ضعیف کردیا ہے، ان کی ہستی اس وقت لاثانی ہے، اللہ جل شانہ ان کو صحت وعافیت سے باقی رکھے، آمین!

سیدہ فاطمہ سلّمہا کی نابینائی پر دل کو بہت رنج ہے: یا أسفٰی علی یوسف! لیکن اس فقیر کی رجاء منقطع نہیں، واللہ المستعان!

حلب (شام) سے چند ایام قبل خط آیا کہ ''مختصر الطحاوي'' کو پھر نصاب کے بیرون (خارج) کردیا گیا، اور اس کے عوض ''تحفة الفقهاء''، ''بدائع'' کا متن طبع کرکے مقرر کردیا گیا۔ ۶ / ماہِ صیام مبارک کو آپ کا دوسرا مکتوب بھی وصول ہوا، جواب میں بہت دیری ہوئی۔ ماہِ صیام اور بیماری وضعف، ہاتھ سے کچھ نہیں ہوسکتا، یہ خط میں شعبان سے لکھتا آرہا ہوں کہ آج اس کی تکمیل ہوئی، بحمد اللہ! اس کی نقل بھی کرنی پڑتی ہے، اس لیے اور تاخیر ہوجاتی ہے۔ کتنا بھی آپ کا شغل زاید ہو، مگر جواب اس کا اوائلِ شوال میں جلد ادا کیجیے، تاکہ حسابات مکمل ہوجائیں۔ آب وہوا کی تبدیلی کا بہت خیال ہے، مگر کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

والسلام ودُمتم أنتم وأهل بيتكم بالخير والعافية!

مولوی عبدالرشید (نعمانی) صاحب کو فقیر کا سلام پہنچا دیا جائے، نیز اور کوئی دوست واحباب پرسانِ حال ہوں تو ان کو بھی۔

ابوالوفا

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وفاقی شرعی عدالت کے حالیہ فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک کی اپیل

چند قابلِ غور پہلو

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
استاذِ جامعہ وناظم تخصصِ فقہِ اسلامی

وفاقی شرعی عدالت نے مؤرخہ ۲۸/اپریل ۲۰۲۲ء کو انسدادِ ربا کے بارے میں جوفیصلہ صادر فرمایا تھا، اس فیصلہ کو ۲۵/مئی ۲۰۲۲ء سپریم کورٹ آف پاکستان میں چیلنج کر دیا گیا ہے، یہ اپیل اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی طرف سے دائر کی گئی ہے، اپیل میں کیا مؤقف اختیار کیا گیا؟ اس کے مندرجات فنی و انتظامی لحاظ سے کس قدر مضبوط یا کمزور ہیں؟ اس کا فیصلہ ماہرینِ قانون کا کام ہے، ہم نے یہاں سرِدست دو باتوں پر غور کرنا ہے:

① - اسٹیٹ بینک کیا ہے؟ اس کا ضابطۂ کار اور دائرۂ اختیار کیا ہے؟

② - وفاقی شرعی عدالت کیا ہے اور اس کا ضابطۂ کار اور دائرۂ اختیار کیا ہے؟:

اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے بنیادی وظائف میں، نوٹوں کا اجراء، مالی انضباطِ نگرانی، بینکوں کا بینک ہونا، حتمی قرض دہندہ، حکومت کے لیے بینکر ہونا اور زری پالیسی کا انتظام، جب کہ ثانوی وظائف میں رابطہ کاری، سرکاری قرضوں کا انتظام، زرِمبادلہ کا انتظام، حکومت کو معاشی مشورے دینا اور بین الاقوامی مالی اداروں کے ساتھ تربیتی روابط رکھنا۔ نیز اب اسٹیٹ بینک، مرکزی بینک کی روایتی ذمہ داریوں سے آگے بڑھ کر ترقیاتی امور میں شرکت بھی کرنے لگا ہے، مثلاً: پاکستان میں بینکاری نظام کا احیاء، نئے مالیاتی اداروں کا قیام، بیرونی ممالک سے لیے گئے قرض کے استعمال میں راہ نمائی اور اِعانتی قرضوں کی فراہمی وغیرہ بھی اسٹیٹ بینک نے اپنے کاموں اور ذمہ داریوں میں شامل کر رکھی ہے۔ (۱)

جبکہ وفاقی شرعی عدالت' ۱۹۸۰ء میں مختلف کورٹس کے شریعہ بنچز کے اختتام و انضمام کے طور پر وجود پذیر ہوئی، جو جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دینی کارناموں میں شمار کی جاتی ہے، اس عدالت کا دستوری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دائرۂ کار یہ متعین کیا گیا تھا کہ ملک میں نافذ العمل قوانین کے قرآن وسنت کے موافق یا مخالف ہونے کی سماعت کرے اور متعلقہ اداروں کو ہدایات جاری کرے، چنانچہ اس عدالت نے ایسے بہت سارے قوانین کو بارہا کالعدم قرار دینے کی کوشش کی، جن کے متعلق عدالت کا یہ خیال بنا کہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہیں، یہاں تک کہ ضیاء الحق مرحوم نے خود اپنے جاری کردہ قوانین کی کینسلیشن کا اختیار بھی اس عدالت کو دے رکھا تھا، جس سے اس عدالت کے اختیارات اور ان کے اثرات پر کافی حد تک اعتماد سازی کا فائدہ حاصل ہوا اور اب تک یہی سمجھا جا رہا ہے، مگر یہ عظیم اختیارات ایسے چار مستثنیات [۲][۳] کے ساتھ دیے گئے تھے جن کی طرف عموماً دھیان نہیں دیا جاتا اور اس عدالت کے فیصلوں کو محض شرعی اصدارات کے درجہ میں دیکھا جاتا ہے اور جو جج صاحبان بڑی محنتوں سے سینکڑوں صفحات پر فیصلے سنتے اور لکھتے ہیں، وہ چند سطری اپیلوں کے سامنے پارچۂ پاریدہ بن جاتے ہیں، ان شرعی عدالتوں کے ایسے قیمتی فیصلوں کے سامنے حائل یہ چار طاقت ور مستثنیات پر نظر فرمائیں:

①-وفاقی شرعی عدالت ملکی دستور کے تحت قائم ہوتی ہے، جس قانون اور دستور کے تحت یہ عدالت وجود میں آتی ہے، یہ عدالت اس قانون کو منسوخ نہیں کرسکتی، یعنی یہ جنم یافتہ ادارہ اپنے جنم دہندہ کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا؛ لہٰذا دستور میں قرآن وسنت کے خلاف رہ جانے والے امور کی اصلاح کا راستہ وفاقی شرعی عدالت کے علاوہ کوئی اور ہونا چاہیے۔

②-عدالتی پروسیجر کا استثناء تھا، یعنی ضابطۂ دیوانی وضابطۂ فوجداری کا استثناء تھا۔

③-عدالتِ بالا کے قیام کے وقت سے ہی ایک مدت کے لیے مالیاتی قوانین کو اس عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر رکھا گیا تھا، اس کے لیے مختلف بہانے کیے گئے تھے۔

④-شخصی قوانین کا استثناء رکھا گیا۔ اس استثناء کے ذریعہ صدر ایوب خان مرحوم کے بنائے ہوئے مسلم فیملی لاء آرڈیننس کا تحفظ مقصود تھا۔ یہ مسلم فیملی لاء مغرب زدہ طبقہ اور جدیدیت کا زبردست مظہر تھا۔ [۴]

خیر شرعی عدالت نے ان چار استثناؤں کے ساتھ کام شروع کیا، مگر مالیاتی امور سے متعلق استثناء کا تین سالہ دورانیہ مکمل ہونے لگا تو ضیاء الحق مرحوم نے ۵ سال تک توسیع کر دیا، پھر ۵ سال ہونے لگے تو اسے دس سال تک وسیع کر دیا، پھر ضیاء صاحب کے بعد ۱۹۸۸ء میں جمہوری حکومت آئی تو اس عدالت کے اختیارات حکومت واپوزیشن کے درمیان آنکھ مچولی کا شکار رہے۔ ۲۴/جون ۱۹۹۰ء کو جب اس عدالت کے اختیارات بحال ہوئے اور عدالت کے روبرو ۱۱۳/درخواستیں جمع ہوئیں، تو بالآخر ۱۶/نومبر ۱۹۹۱ء کو اس عدالت نے بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کے بقول: اس فیصلے کو لکھنے کے بعد نظرِ ثانی کی ضرورت تھی، جسے پورا نہ کرنے کی وجہ سے کچھ سقم رہ گئے تھے اور ضیاء الحق مرحوم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی باقیات کے طور پر وجود میں آنے والی اسلامی جمہوری اتحاد (IJI) کی حکومت نے جون ۱۹۹۲ء میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کردی، اس کے بعد حکومت نے پیروی نہیں کی اور ۱۹۹۹ء تک یہ قضیہ یوں ہی معلّق رہا، اب جب سپریم کورٹ کے بینچ نے اس کیس کی سماعت شروع کی تو حکومت نے اس فیصلے کے بارے میں دوبارہ شریعت کورٹ سے نظرِ ثانی کے لیے درخواست دینا چاہی، لیکن سپریم کورٹ نے سماعت جاری رکھی اور دسمبر ۱۹۹۹ء کو شریعت اپیلٹ بینچ نے اپنا فیصلہ سنادیا اور بینک انٹرسٹ کو ایک بار پھر عدالت نے ربا کے تحت داخل قرار دیا، اور یہ بھی قرار دیا کہ جون ۲۰۰۲ء تک یہ مالیاتی قوانین تبدیل کردیئے جائیں، ورنہ خود بخود ختم ہوجائیں گے، مگر جون ۲۰۰۲ء کی مقرّرہ تاریخ آنے پر حکومتِ وقت مزید ایک سال کی مہلت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی، دوسری طرف اس بینچ کے سابقہ جج صاحبان کو مختلف طریقوں سے ان کے عہدوں سے دور کردیا گیا اور نیا بینچ تشکیل پایا، جس نے یونائیٹڈ بینک کی اپیل پر ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۹ء کے فیصلوں کو کالعدم قرار دے کر امتناعِ ربا والے کیس پر نظرِ ثانی شروع کی۔ یہ وہی معنی خیز نظرِ ثانی تھی جو حکومتِ وقت شاید ۱۹۹۹ء میں چاہ رہی تھی۔ یہ نظرِ ثانی جون ۲۰۰۲ء سے شروع ہوکر اپریل ۲۰۲۲ء تک دوعشرے کھاگئی، مگر یہاں بھی فیصلہ وہی دہرایا گیا کہ بینک کا سود رِبا کے زمرے میں آتا ہے، اسے ملکی معیشت سے ختم ہونا چاہیے۔

یہ فیصلہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ اس کے بارے میں ہمارا مؤقف ۱۵ جون ۲۰۲۲ء کو روزنامہ جنگ میں شائع ہوچکا ہے، (۵) اس فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک نے نظرِ ثانی کی درخواست دائر کررکھی ہے، یہاں اس فیصلے کے تاریخی پسِ منظر اور نظرِ ثانی کے تسلسل کی روشنی میں چند باتیں اربابِ علم وصاحبانِ دانش کی خدمت میں مزید غور وفکر کے لیے عرض کرنا چاہتے ہیں:

❶ - مسلمانانِ پاکستان یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ پاکستان میں جب بھی سود کی حرمت سے متعلق کہیں سے بھی مؤثر آواز آتی ہے یا قدم اُٹھتا ہے تو سود کو دوام و بقاء بخشنے والے مسلمان بھائی مختلف اعتراضات، اشکالات اور تحکّمات کی بوچھاڑ شروع کردیتے ہیں، اور اس کے خلاف کھلے عام ایسی محاذ آرائی شروع ہوجاتی ہے کہ حرام کہنے والے دفاعی پوزیشن پر چلے جاتے ہیں، یہاں ایک سچّا مسلمان پاکستانی یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آیا یہ ملک اسلام پسندوں کا ہے یا صرف اسلام بےزاروں کا ہے؟

❷ - پاکستان میں نظریۂ پاکستان کی منزل یابی کے لیے ۱۹۴۸ء سے تاحال جب بھی اسلامی نظام بالخصوص معیشت کی اسلام کاری کے حوالے سے اقدامات ہوئے، انہیں خوب سراہا گیا اور ایسے بعض اقدامات آئین کا حصہ بھی بن گئے، مگر ان پر عمل درآمد کے لیے آئینی اور انتظامی رکاوٹیں کھڑی ہوجاتی رہیں۔ غور کا مقام یہ ہے کہ ہمارے مخلص کوشاں طبقے نے اپنی جہدِ مسلسل کو جاری رکھا، مگر ان رکاوٹوں کے اصل ذمہ داروں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا تعیّن اور ان کے اِزالہ کی تدابیر سے روشناس نہیں فرمایا، جس سے کئی ابہامات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

❸-۱۹۹۰ء کے بعد جب سے امتناعِ ربا کے لیے عدالتی راستہ اپنایا گیا ہے، اس وقت سے تا حال جب بھی کسی عدالت نے حرمتِ ربا کا فیصلہ سرزد کیا، اس کے خلاف اس سے بڑا انتظامی یا آئینی ادارہ سامنے آیا اور ہمیشہ ماتحت عدالت کے دائرۂ اختیار اور متعلقہ فیصلے کے فنی سقم کو بنیاد بنایا گیا۔ یہاں غور کا پہلو یہ ہے کہ آیا سود کو حرام قرار دینے والے ججز اپنے ادارے کی آئینی حدود، اپنے اختیارات سے ناواقف اور اپنی ضروری مہارتوں سے بے بہرہ تھے؟ یا پھر اس قسم کی عدالتیں اپنے آئینی وجود میں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے فیصلوں کو قبولیت اور پذیرائی مل سکے؟ ہمارے خیال میں دوسرا پہلو راجح ہے۔ اگلے نمبر میں اس کی مزید وضاحت ہے۔

❹-وفاقی شرعی عدالت جس عظیم مقصد کے تحت معرضِ وجود میں آئی تھی، وہ بالکل واضح ہے، مگر روزِ اول سے اس کے فیصلوں کو غیر مؤثّر کرنے والے ''چار مستثنیات'' اس عدالت کے ہر فیصلے پر منڈلاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آج تک جب بھی اس عدالت نے امتناعِ ربا کا فیصلہ کیا، اسے عدالت کے مقررہ دائرۂ اختیار سے تجاوز قرار دے کر کالعدم یا نظرِ ثانی کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ یہاں پر مخلص مسلمان سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ آیا اس عدالت کا دائرۂ کار محض کاغذات کے پلندے تیار کرنے تک محدود ہے؟ ان عدالتوں سے وابستہ ماضی یا حال کے جج صاحبان کے قیمتی اوقات اور محنتیں محض بہکاوا اور بہلاوا ہیں؟ اس ظاہری تأثر کے تحت یہی کہا جاسکے گا کہ وفاقی شرعی عدالت خود عدل وانصاف کی محتاج ہے۔ اس کے فیصلوں کو آئینی حیثیت دلانے کے لیے خود اس عدالت کو انصاف فراہم کیا جائے اور جن جج صاحبان نے ماضی یا حال میں اس عدالت میں خدمات انجام دی ہیں، ان کی خدمات کو کارِعبث کی بجائے کارآمد قرار دینے کی کوئی تدبیر کی جائے۔ اس معزز عدالت اور فاضل ججوں کے ساتھ مذاق بند کیا جائے، بصورتِ دیگر پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت جیسے اداروں کو اسلام اور نظریۂ پاکستان کے ساتھ تمسخر اور مذاق ہی سمجھا جائے گا۔

❺-اسٹیٹ بینک کی جانب سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف نظرِ ثانی کی اپیل نے اس کی اپنی پوزیشن، اپنے ماتحت کام کرنے والے بینکوں اور ان بینکوں کے ذمہ داروں کے بارے میں کئی ابہامات واضح کردیئے ہیں۔ اب یہ غور کرنا ہوگا کہ:

(الف): اسٹیٹ بینک آف پاکستان، حکومتِ پاکستان کے زیرِ انتظام نہیں رہا، بلکہ ''مدنی ریاست'' کے نعروں کی گونج میں آئی-ایم-ایف کے تابع ہو چکا ہے۔ اب اسٹیٹ بینک سے ہم خیر کی کیا توقع رکھیں؟ یا اس سے نظرِ ثانی والی اپیل کی واپسی کا اصرار کیسے کرسکتے ہیں؟ یہ اصرار کرتے ہوئے ہم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسٹیٹ بینک کو اسلامی احکام اور ملکی آئین کا پابند قرار دے سکتے ہیں؟

(ب): اسٹیٹ بینک ویسے بھی بینکاری کے عالمی قوانین کے مطابق ورلڈ بینک کی پالیسیوں کا پابند ہوتا ہے اور اسٹیٹ بینک کے واسطے سے سارے منسلکہ بینک اصولاً، انتظاماً ان پالیسیوں کے پابند ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ہمارے لیے کیسے ممکن ہوگا کہ اسٹیٹ بینک کے اجازت نامہ کے طفیل وجود میں آنے والے بعض بینکوں کو اسٹیٹ بینک کی علانیہ ہم نوائی پر ملامت کریں اور دوسرے بعض کو خاموش التزام پر کچھ نہ کہیں؟

(ج): اگر کوئی بینک خود کو اسٹیٹ بینک کی انتظامی پالیسیوں کے التزام سے مستثنیٰ سمجھتا ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ اس موقع پر کھل کر اسٹیٹ بینک کی مخالفت میں عدالت میں کھڑا ہو، بصورتِ دیگر ان کا طرزِ عمل، مجرمانہ خاموشی اور خاموش تائید شمار ہوگی۔ اس اخلاقی چیلنج کی رو سے اسٹیٹ بینک کی اپیل کی حمایت میں جن بینکوں کے نام لیے جا رہے ہیں، ان کی طرح اسٹیٹ بینک کی N-O-C سے بینکنگ مارکیٹ میں آنے والے نام نہاد اسلامی بینک بھی برابر کے مجرم ہیں، اس لیے کہ اس ہم نوائی یا پیروی میں اسٹیٹ بینک کی اپیل جس شرعی دفعہ کے تحت جرم ہے، اسی دفعہ کے تحت اس کے ماتحت تمام بینک بھی مجرم ہیں، اس لیے کہ اب یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ جنم پذیر جنم دہندہ کے تابع ہوتے ہیں۔

(د): اسٹیٹ بینک کی اس رٹ سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزء ہمیشہ اپنے کل کا تابع ہوتا ہے، جب کل اصلاح کے قابل نہ ہو یا قابلِ اصلاح ہو، مگر اصلاح نہ کی جائے تو اس کے اجزاء کی اصلاح کا دعویٰ محض فریب ہی ہوسکتا ہے، فی زمانہ بطورِ خاص سوچنا چاہیے کہ جس اسٹیٹ بینک کو ہمارے بعض علماء کرام بڑے بڑے اسلامی تمغوں سے نوازتے ہوئے اپنے بینکوں کو اسلامی لائیسنس یافتہ قرار دیا کرتے تھے، اب ان کے دعووں کی صداقت کا کوئی عنوان نہیں بچا، بالخصوص ہمارے اسٹیٹ بینک کے مغرب بیاہ جانے کے بعد ہمارے پاس کیا جواز بچتا ہے کہ ہم اس اسٹیٹ بینک کے اسلامی جذبات اور اسلامی بینکاری کے شوق اور فروغ کے گُن گاتے پھریں!

(ھ): اس واضح صورتِ حال کے بعد اسٹیٹ بینک اور (بجا یا بے جا طور پر) اس کی ہم نوا چاروں بینکوں کے بارے میں بینکوں سے وابستہ ہمارے معزز علماءِ کرام کا مؤقف قطعی غیر مبہم ہوجانا چاہیے تھا، مگر حیرت یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک، اس کے شریعہ ڈیپارٹمنٹ اور اس کی ملازمت کے بارے میں کسی کا کوئی ردِ عمل، احتجاج، استعفا، یا قطع تعلقی کا کوئی اعلان سامنے نہیں آیا۔ ہمارے بعض احباب نے صرف چار بینکوں کے بائیکاٹ پر ''دعوتِ دین'' کا فریضہ سنبھال رکھا ہے، مگر وہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کہ ان چار بینکوں کی اسلامی کھڑکی کے پہرے دار وہاں سے استعفیٰ دینے کے شرعاً و اخلاقاً پابند نہیں ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(و): اسٹیٹ بینک کی اس اپیل سے ہمارے اسلامی بینکرز کے وہ دعوے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں کہ اسٹیٹ بینک نے انہیں اسلامی اُصول پر تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور سودی معاملات سے استثناء دے رکھا ہے۔ حالیہ فیصلے کے خلاف اسٹیٹ بینک کی اپیل کے بعد کم از کم ہمارے ان معزز احباب کو اسٹیٹ بینک کی کلّی اسلامیت اور اس سے مستفاد اپنی جزوی اسلامیت کے راگ اَلا پتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

فرحم الله من أنصف و بارك الله لمن حرم حرامه وأحل حلاله، آمین

حواشی وحوالہ جات

۱:- دیکھیں: 4B و 4C اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ (1956ء)

۲:- ''قانون'' میں کوئی رسم و رواج شامل ہے جو قانون کا اثر رکھتا ہو، مگر اس میں دستور، مسلم شخصی قانون، کسی عدالت یا ٹریبونل کے ضابطہ کار سے متعلق کوئی قانون یا، اس بات کے آغازِ نفاذ سے [دس] سال کی مدت گزرنے تک، کوئی مالی قانون یا محصولات یا فیسوں کے عائد کرنے اور جمع کرنے یا بیمہ کے عمل اور طریقے سے متعلق کوئی قانون شامل نہیں ہے: آرٹیکل ۲۰۳ ب۔ (ج)، آئین پاکستان

۳:- غازی، محمود احمد، اسلامی بینکاری - ایک تعارف، ص: ۹۵-۹۶، زوار اکیڈمی، ۲۰۱۰ء

۴: ایضاً، ص: ۹۷

۵: امتناعِ رِبا...... وفاقی شریعت عدالت کا فیصلہ (jang.com.pk)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رِبا الجاہلیہ، رِبا الاسلام اور اسلامی بینکاری

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی
آکسفورڈ، برطانیہ

''محترم ڈاکٹر محمد اکرم ندوی، معروف اسکالر اور صاحبِ قلم ہیں۔ مختلف موضوعات پر ان کی تحریرات اور آراء اہلِ علم کی نظر گزار ہوتی رہتی ہیں۔ ان کی بعض آراء سے اہلِ علم کو کبھی اتفاق رہتا ہے اور کبھی اختلاف کا اظہار بھی پڑھنے اور سننے کو ملتا رہتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون ''رِبا'' کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب موصوف نے جاہلیت اور اسلام کے دور میں رِبا کے تصور اور فی زمانہ اس پر مبنی نام نہاد اسلامی بینکاری کا واقعاتی تجزیہ پیش کیا ہے۔ یہ تحریر دو حصوں پر مشتمل تھی، دونوں کو ربط کے معمولی تصرف کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔'' (ادارہ بینات)

ایک صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ایک مضمون لکھ کر ربا الجاہلیہ اور ربا الاسلام کا فرق واضح کروں، اپنی مصروفیات کی وجہ سے مطالبہ پورا کرنے میں دیر ہوتی رہی۔ آج دیکھا کہ کچھ لوگ مسلمانوں کے درمیان ایک غلط فہمی پیدا کررہے ہیں جس کی وجہ اس فرق کا واضح نہ ہونا ہے، لہٰذا شدید مشغولیت کے باوجود یہ مضمون قلمبند کرنے کی کوشش کررہا ہوں، تاکہ اس سلسلہ میں کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی پر ظلم کا دروازہ بند ہوسکے۔

ربا الجاہلیہ

رِبا کا ترجمہ اردو میں ہے: ''سود''۔ ربا الجاہلیہ کا مطلب ہے: ''وہ سود جسے زمانۂ جاہلیت میں بھی سود سمجھا جاتا رہا ہے، اور جس کی قباحت پر تمام مذاہب اور تہذیبیں متفق اللسان رہی ہیں، اور اسلام نے اس کی حرمت کو مؤکد کیا۔'' یعنی ربا الجاہلیہ کا مطلب ہے: ''قرض پر فائدہ لینا'' اس ربا کا تعلق صرف قرض سے ہوتا ہے، ضرورت مند مجبوری میں قرض لیتے ہیں، انسانیت کا تقاضا ہے کہ انہیں قرض دے دیا جائے، اور ان کی مجبوری سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا جائے، ان کو قرض واپس کرنے کا موقع دیا جائے، اور جو رقم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انہوں نے لی ہے، اس سے زیادہ ان پر لازم نہ کی جائے، اور اگر وہ وقت پر ادا نہ کرسکیں تو نرمی کی جائے، نہ ان سے کوئی فائدہ لیا جائے اور نہ تاخیر کرنے پر کوئی جرمانہ عائد کیا جائے۔

رِبا کے قبیح ہونے کے باوجود ہمیشہ انسانی معاشروں میں ربا کا چلن رہا ہے، جس طرح زنا کی قباحت کے باوجود زنا کی مختلف شکلیں ہمیشہ برتی گئی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ سود کی برائی زنا سے بھی زیادہ ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔ سود غریبوں کا خون چوسنے کے ہم معنی ہے، یہودیوں کے یہاں سود کی حرمت مسلم ہے، لیکن انہوں نے حیلہ کرکے غیر یہودیوں سے سود لینے کو جائز کرلیا، اور یوں یہودی دنیا میں سب سے بڑی سود خوار قوم بن گئے۔ عربوں نے بھی دورِ جاہلیت میں سود کا کاروبار جاری رکھا اور یہ تاویل کی کہ جب ہم کوئی چیز بیچتے ہیں تو نفع لیتے ہیں، سود بھی خرید وفروخت کی طرح ہے، اس لیے یہ بھی درست ہے، قرآن کریم نے ان کی یہ دلیل نقل کی ہے: ''قَالُوْٓا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا'' (سورۃ البقرۃ:۲۷۵) یعنی ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ سود خرید وفروخت کی طرح ہے۔''

یہ عربوں کا محض دھوکہ تھا، سود قرض پر ہوتا ہے، اور قرض کو ہمیشہ بیع سے الگ سمجھا گیا ہے، قرآن کریم نے ان کی اس دلیل کو کالعدم قرار دیا، اور سخت لفظوں میں سود کو حرام کیا: ''وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا'' (سورۃ البقرۃ:۲۷۵) بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر ربا سے باز نہیں آتے تو تمہارے خلاف اللہ اور اس کے پیغمبر کی جانب سے اعلانِ جنگ ہے: ''فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' (سورۃ البقرۃ:۲۷۹)

تمام صحابۂ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور فقہائے امت نے سختی سے سود کی حرمت کو نافذ کیا، اور یہ طے شدہ اصول ہوگیا کہ قرض پر کسی قسم کا فائدہ لینا سود ہے: ''كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًا'' بعض لوگوں نے اسے حدیث بھی قرار دیا ہے، مگر یہ ایک کمزور روایت ہے، البتہ بہت سی حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، یعنی یہ اصول مضبوط دلیلوں پر قائم ہے، اُمتِ مسلمہ نے ہمیشہ اس پر شدت سے عمل کیا اور قرض کو ہر طرح کے فائدہ سے پاک رکھنے کا اہتمام کیا۔

ربا الاسلام

عربوں نے سود کو بیع جیسا قرار دیا، حالانکہ سود اور بیع میں بعد المشرقین ہے۔ سود کا تعلق قرض سے ہے، اور بیع دو چیزوں کے تبادلہ کا عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ سود کی حرمت کے متعلق بہت حساس تھے، آپ ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ گزشتہ قوموں نے کس طرح حیلہ کرکے سود کو دنیا میں پھیلایا، آپ ﷺ نے ان تمام شکلوں کو سختی سے منع کیا۔ نیز آپ ﷺ نے سوچا کہ سود کو اختیار کرنے کے لیے بیع کا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے، خاص طور سے جبکہ عربوں نے سود کو بیع کے مثل قرار دے دیا ہے، مثلاً یہ ہوسکتا ہے کہ مہاجن کسی مفلس سے یہ کہے کہ میں تمہیں دو سو گرام (آسانی کے لیے مثال میں اپنے زمانہ کا وزن استعمال کیا گیا ہے) تین سو گرام سونے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عوض بیچتا ہوں، میرا سونا اعلیٰ درجہ کا ہے، اس لیے اس کی قیمت زیادہ ہے، تم بعد میں ادا کرنا، لیکن تمہیں تین سو گرام ادا کرنا ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ مفلس کے پاس سونا ہے نہیں، وہ اسے قبول کرلے گا، یعنی دونوں قرض کو قرض کہنے کے بجائے اسے بیع ظاہر کرسکتے ہیں، مہاجن فائدہ کی لالچ میں اور مفلس اپنی مجبوری میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خدشہ صحیح تھا کہ سود کے لیے بیع کا حیلہ اختیار کیا جاسکتا ہے، اس لیے آپ نے ان چیزوں کی بیع پر جن میں سود کا امکان زیادہ تھا، دو شرطیں لگادیں: ایک یہ کہ جب بھی سونا سونے کے بدلہ میں بیچا جائے، ایک ہاتھ سے دیا جائے اور دوسرے ہاتھ سے لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ دونوں کا وزن برابر ہو، ان دونوں شرطوں سے حیلہ کرنے والوں کے تمام حیلوں کا راستہ بند ہوگیا، کیونکہ مفلس کے پاس اگر اس وقت ادا کرنے کے لیے سونا ہوگا تو قرض کیوں لے گا؟ وہ تو آئندہ ادا کرنے کے وعدہ پر لے رہا تھا، آپ نے ایک ہاتھ سے دینے اور دوسرے ہاتھ سے لینے کی شرط لگا کر اُدھار بیع کو ربا کا حیلہ بنانے پر مکمل پابندی لگادی۔ دوسرے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بہانہ ختم کرکے یہ ضروری قرار دیا کہ جتنا دیا جائے اتنا ہی لیا جائے، ظاہر ہے کہ کوئی سودخوار ایسا نہیں کرے گا۔ اسی حرمت میں آپ نے سونے کی بیع کے ساتھ چاندی، کھجور، گیہوں، جو اور نمک کی بیع بھی شامل کردی۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ عام طور سے فقہاء نے ان چھ چیزوں پر دوسری چیزوں کا بھی قیاس کیا ہے، اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بیع کے نقطۂ نظر سے یہ بات کچھ عجیب سی ہے، کیونکہ اشیاء کی صفتِ جودت ورداءت سے قیمتوں پر اثر پڑتا ہے۔ عجوہ کھجور سو ریال کی ایک کلو ملتی ہے، تو بعض کھجوریں بیس ریال کلو مل جاتی ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی نہیں جو دونوں کو برابر بیچے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کا مکمل سدِباب کرنے کے لیے ان چھ چیزوں کے باہمی تبادلہ کی دو شرطیں (یعنی ایک ہاتھ سے دینا اور دوسرے ہاتھ سے لینا، اور دینے اور لینے میں مساوات قائم رکھنا) بیان کیں، اسلام سے پہلے اس معاملہ کو ربا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اسے ربا قرار دیا، اسی لیے اسے ربا الاسلام کہا جاتا ہے۔ یہ ربا اسی وقت ہے جب سونے کو سونے کے بدلہ یا کھجور کو کھجور کے بدلہ بیچا جائے، لیکن اگر کھجور کو پیسے سے خریدا جائے تو اس میں ربا کا کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، اور سودخوار لوگ اسے ربا کے حیلہ کے طور پر نہیں اپنا سکتے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اچھی کھجور کو خراب کھجور سے نہ بدلو، بلکہ اپنی کھجور پیسے سے بیچ دو اور دوسرے کی کھجور پیسے سے خریدو۔ اس میں یہ ممکن ہے کہ جتنے میں اپنی ایک کلو کھجور بیچو اُتنے میں دوسرے کی دو کلو خریدلو، یہ ہدایت بالکل منطقی ہے، کیونکہ سود کا کاروبار کرنے والے کبھی یہ طریقہ اپنا ہی نہیں سکتے، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ کسی صحابیؓ نے عرض کیا کہ وہ خیبر کی اچھی کھجوریں ایک صاع دے کر دو صاع یا تین صاع کھجوریں لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، بلکہ اپنی کھجوریں پیسے سے بیچو اور دوسری کھجوریں پیسے سے خریدو، یہ مشورہ بالکل صحیح ہے، اور ساری دنیا میں کاروبار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح ہوتا ہے، اس میں سود کا کوئی شائبہ نہیں اور نہ اسے سود کے حیلہ کے طور پر اپنایا جا سکتا ہے۔

اسلامک بینکنگ ربا الجاہلیہ ہے

یہودیوں کی سودخوری نے جدید دور میں نیا رنگ دکھایا، اور بینک کے نام سے سودخوری کا ایک ادارہ قائم کیا گیا، ان کی چالاکی نے جلد ہی اس ادارہ کو پوری دنیا میں پھیلا دیا، اور ہر جگہ بینک قائم ہو گئے، بینک کا بنیادی کام سود پر قرض دینے اور سود پر قرض لینے کا ہے۔ اس پورے کاروبار میں بینک جہاں سود کو معمول زندگی بنا رہے ہیں، وہیں مختلف قسم کے مظالم کو قانونی حیثیت دے رہے ہیں۔ ساری دنیا اس جرم میں شریک ہے۔ کچھ لوگوں نے اسلامک بینکنگ شروع کر دی، حالانکہ یہ بات روزِ اول سے واضح تھی کہ بینک اسلامی ہو ہی نہیں سکتا۔ ان لوگوں نے بینک کے ساتھ اسلام کا سابقہ لگا کر اس کے جائز ہونے کا پروپیگنڈا کیا، اور یہ کاروبار دنیا میں ہر جگہ پھیلا یا گیا، یہاں تک کہ مغربی سودی بینکوں نے بھی ایک کھڑکی اسلامی بینک کے نام سے کھولنا شروع کر دی، کیونکہ اسلامی بینکنگ سودخوروں کے لیے زیادہ نفع بخش ثابت ہوئی، بالعموم اسلامی بینکوں میں فائدہ کی شرح عام سودی بینکوں کے مطابق ہوتی ہے، بلکہ کبھی کبھی زیادہ ہوتی ہے، یعنی اسلامی بینکوں سے قرض لینے پر سود عام بینکوں کے برابر یا زیادہ دینا پڑتا ہے۔ کسی غریب مسلمان کو عام بینکوں سے ایک لاکھ روپے کا قرض لینا ہو تو اسے ایک سال میں اگر سود کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار روپے ادا کرنے ہوں گے تو اسلامی بینکوں میں بھی اسے اتنا ہی یا اس سے زیادہ دینا ہوگا۔ دنیا میں کوئی اسلامی بینک ایسا نہیں ہے جہاں صرف قرض کی اصل رقم لوٹانی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اضافی مبلغ نہ دینی ہو۔

کچھ لوگ اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ پیسے کی قیمت گھٹتی رہتی ہے، تو اگر اتنا ہی واپس کرنا ہو تو قرض دینے والے کا گھاٹا ہوگا، تیسرے ملکوں کی کرنسیوں میں یہ عام بات ہے، لیکن اس کا سدِ باب سود نہیں ہے (اس کا حل میں نے کسی اور جگہ بیان کیا ہے)، سود مہنگائی سے نہیں جڑا ہوتا ہے، بلکہ وہ قرض پر مزید فائدہ کا نام ہے۔ مہنگائی کا بہانہ کرنا صرف دجل وفریب ہے۔ آج معلوم ہوا کہ اسلامی بینک والوں نے سود کے حیلہ کے لیے خیبر والی حدیث استعمال کرنا شروع کر دی ہے، حالانکہ خیبر والی حدیث میں کوئی حیلہ ہی نہیں، بلکہ اس میں آپ نے معمول کا کاروبار کرنے کی ہدایت کی ہے، اس طرح کے کاروبار پر نہ اسلام میں کوئی پابندی ہے اور نہ کسی اور تہذیب میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو اس کے مثل سے بیچنے کو منع کیا، کیونکہ اسے سود کا حیلہ بنایا جا سکتا ہے، تفصیل اوپر آچکی ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں سود پر اتنی سخت وعید موجود ہونے کے باوجود سود کا نام بدل کر اسے جائز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسی طرح کا حیلہ یہودیوں نے سنیچر کے دن مچھلی کا شکار کرنے کے لیے کیا تھا، جس پر قرآن نے ان پر سخت لعنت بھیجی۔ مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں ہے کہ: ''سود کے تہتر

دروازے ہیں، سب سے معمولی دروازہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔'' مسند احمد بن حنبل اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: ''دَعُوْا الرِّبَا وَالرِّ يْبَةَ''، یعنی ''ربا کو ترک کرو اور اس چیز کو بھی ترک کرو جس میں ربا کا شبہ ہو۔'' حاصل یہ ہے کہ اسلامی بینک سود کو اسلامی بنانے کی گھناؤنی کوشش ہے، جس طرح زنا کو اسلامی نہیں بنایا جا سکتا، اسی طرح سود کبھی اسلامی نہیں ہوسکتا۔ جس طرح زنا کے لیے حیلہ کرنا ناجائز ہے اور حیلہ کے بعد بھی زنا' زنا رہے گا، اسی طرح سود کے لیے بھی حیلہ کرنا ناجائز ہے، اور حیلہ کے بعد بھی سود' سود ہی رہے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی سمجھ دے اور تمام محرمات سے ہمیں بچنے کی توفیق دے، آمین۔

(ماقبل میں جو کچھ لکھا گیا ہے) اس پر مشہور عالم دین وداعی مولانا محیی الدین غازی صاحب مدظلہٗ نے یہ سوال کیا: یہ بات کبھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر ایک مجلس میں تین کلو خراب کھجور دے کر ایک کلو اچھی کھجور لے لی جائے تو اس میں ربا یا شبہۂ ربا یا ذریعۂ ربا کی کون سی بات ہے؟

جواب: اس سے خوشی ہوتی ہے کہ ہر قسم کے زوال کے باوجود اسلام میں ابھی وہ اہلِ علم حضرات موجود ہیں جو اس دین کو کوئی چیستاں نہیں سمجھتے، اور نہ بے سمجھے بوجھے کسی کام کے کرنے کو دینداری تصور کرتے ہیں۔ یہی اس دین کا امتیاز ہے کہ اس کی ہر بات سمجھی اور سمجھائی جاسکتی ہے، اور جب تک وضاحت اطمینان بخش نہ ہو، اس کا ماننا کسی صاحبِ ایمان یا صاحبِ عقل پر لازم نہیں، بلکہ اس کے برعکس اس وقت تک بحث وتحقیق جاری رکھنا ضروری ہے، جب تک صحیح جواب حاصل نہ ہو جائے۔

رِبا کیا ہے؟

ربا کا تعلق ''باب البیع'' سے نہیں، بلکہ ''باب القرض'' سے ہے۔ قرض دینا ایک فلاحی عمل ہے، جو انسانی معاشرہ میں شرافت کی علامت شمار ہوتا رہا ہے، یعنی ضرورت کے موقع پر کسی کو ادھار دینا، ادائیگی میں اس کی مجبوریوں کی رعایت کرنا، اور اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ لینا، یہ باتیں قرض کے لوازم میں سے ہیں۔ خدا کے نزدیک اس طرح قرض دینے والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔ اس کے برعکس قرض دے کر فائدہ لینا کمینہ پن ہے اور غریبوں کا خون چوسنا ہے۔ قرآن کریم میں اسے اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اعلانِ جنگ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہی وہ ربا ہے، جسے ربا الجاہلیہ کہا جاتا ہے۔ بینکوں کا سود بھی اسی میں داخل ہے۔

رِبا اور بیع کا فرق؟

کسی مال کی ملکیت کے منتقل ہونے کی بہت شکلیں ہیں، مثلاً صدقہ، ہبہ، قرض، وراثت اور وصیت وغیرہ، انہیں میں ایک شکل ہے بیع یعنی خرید وفروخت، اس میں دو افراد ایک دوسرے سے چیزوں کے تبادلہ کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کام کرتے ہیں، قدیم زمانہ میں اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے عام تھا، بعد میں پیسے کو تبادلہ کا وسیلہ طے کردیا گیا، اور اس سے بڑی آسانی ہوگئی۔ بیع' نفع کے حصول کی غرض سے کی جاتی ہے۔ قرض' محض خیر خواہی ہے، اس میں فائدہ حرام ہوتا ہے۔ اور بیع' ایک کاروبار ہے، اور اس میں فائدہ مقصود ہوتا ہے۔ معاشرہ کے اندر جس طرح صدقہ، ہبہ وغیرہ کی ضرورت ہے، اسی طرح قرض اور بیع ضروری ہیں۔ ربا قرض پر فائدہ لینے کو کہتے ہیں، اور بیع تبادلہ پر فائدہ لینے کو کہتے ہیں، پہلا کمینگی ہے، اور دوسرا انسانی تہذیب اور معاشرتی ارتقا کا لازمہ، ان دونوں کے الگ الگ ہونے پر ہمیشہ انسانوں کا اتفاق رہا ہے۔

سودخواروں کا فریب

بعض سودخواروں نے اپنی کمینگی کو چھپانے کے لیے ربا اور بیع کو مماثل کرنے کی کوشش کی، اور یہ مغالطہ قائم کیا کہ جب ہم کوئی چیز بیچتے ہیں تو نفع لیتے ہیں، سود میں بھی نفع ہوتا ہے، اس لیے بیع ربا ہی کی طرح ہے، اگر بیع جائز ہے تو ربا بھی جائز ہے۔ قرآن کریم نے ان کی یہ دلیل نقل کی ہے: ''قَالُوٓا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا'' (سورۃ البقرۃ:۲۷۵)، یعنی ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ سود خرید وفروخت کی طرح ہے۔'' ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک مغالطہ ہے، کیونکہ ربا کا تعلق قرض سے ہے، اور قرض وبیع دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔

ربا الاسلام

نبی اکرم ﷺ قرآن کریم کا گہرائی سے مطالعہ فرماتے تھے۔ اس کتاب میں تدبر کے لیے آپ ﷺ سب کا نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی جتنی سنتیں ہیں وہ سب آپ ﷺ نے قرآن ہی سے اخذ کی ہیں۔ آپ ﷺ نے ربا کی حرمت میں نازل ہونے والی آیتوں پر غور کیا، آپ ﷺ کو اندازہ ہوگیا کہ ربا کا معاملہ کتنا سنگین ہے، آپ ﷺ نے ربا کا ہر دروازہ ہر طرح بند کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے یہ محسوس کیا کہ ربا کو جائز قرار دینے کے لیے ایک راستہ ہمیشہ اختیار کیا گیا ہے اور آئندہ بھی اختیار کیا جائے گا، اور وہ ہے ربا کی تمام شکلوں کو یا بعض شکلوں کو بیع قرار دے کر انہیں جواز فراہم کرنا۔ جو لوگ اسلامک فائینانس سے واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس میں بھی بیع ہی کے راستہ سے ربا کو حلال کرنے کی کوشش ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی منشا کو سمجھتے ہوئے یہ بات واضح کردی کہ بیع سے کتنی ہی مماثلت پیدا کی جائے، تب بھی ربا ربا رہے گا، اور وہ حلال نہ ہوگا۔ البتہ اگر بیع کی کوئی شکل ربا کے مشابہ ہوگی تو اسے ضرور حرام کیا جائے گا، اسی لیے آپ ﷺ نے ان چھ چیزوں کا تذکرہ کیا جو ماقبل میں بیان کی جاچکی ہیں، اور اسی کو ربا الاسلام کہتے ہیں، ان چھ چیزوں کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ بالعموم انہیں چیزوں میں قرض کا رواج تھا، کچھ علماء نے ربا الاسلام کو ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص رکھا ہے، اکثر فقہاء نے ان پر دوسری چیزوں کو بھی قیاس کیا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رِبا الاسلام کیونکر ربا ہے؟

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رہے کہ قرآن نے جس ربا کو حرام کیا ہے، اس کا تعلق قرض سے ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے جس ربا کو حرام کیا ہے' اس کا تعلق بیع سے ہے۔ ظاہر ہے کہ بیع میں کوئی ربا نہیں ہوتا، کیونکہ بیع کی بنیاد ہی فائدہ پر ہے۔ انسانی معاشروں میں تاریخ کے کسی دور میں بھی ربا کا تعلق ''باب البیع'' سے نہیں رہا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بیع کی بعض شکلوں کو ربا قرار دیا؟ اس کی وجہ وہی ہے جس کی طرف پہلے اشارہ آچکا ہے، یعنی سود اس قدر گندی چیز ہے کہ اگر بیع کی کوئی شکل سود کے مشابہ ہوگئی تو وہ بھی سود کی طرح حرام ہوگی۔

بیع کی کوئی شکل ربا کے مشابہ کیوں ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ربا ہمیشہ قرض میں ہوتا ہے، اور قرض کا مطلب ہے کہ: آدمی جو جنس قرض پر دے، واپسی میں وہی جنس لے، یعنی اگر سونا، چاندی، یا کوئی اور پیسہ قرض میں دیا ہے تو واپسی میں وہی چیز دینی ہوگی۔ اگر کھجور لی ہے تو واپسی میں کھجور دینی ہوگی۔ ربا میں جنس کا تبادلہ جنس سے تفاضل کے ساتھ ہوتا ہے، اور ربا ہمیشہ نسیئہ یعنی اُدھار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جنس کی بیع جنس سے قرض کے مماثل ہے، لہٰذا متجانسین کی بیع میں تفاضل اور نسیئہ دونوں سود سے مماثلت کی وجہ سے حرام ہوں گے۔ گویا آپ ﷺ نے ہمت افزائی کی کہ بیع یا تو پیسے کے ذریعہ ہو، اور اگر پیسہ نہ ہو تو ایک چیز کی بیع دوسری جنس سے ہو، یعنی ربا الاسلام خود ربا نہیں، بلکہ ربا سے مشابہ ہے۔ تشابہ کی وجہ سے اس دین میں بہت سی چیزیں ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ کتنی چیزیں ہیں جو یہودیوں یا مستکبرین کی عادات سے مشابہ ہیں اور انہیں حرام کردیا گیا ہے۔ اسی طرح متجانسین کی بیع میں تفاضل ونسیئہ کو حرام کردیا گیا ہے، کیونکہ اس طرح کی بیع ربا سے مشابہ ہے۔ مزید یہ کہ مندرجہ بالا بیع کی ممانعت میں ربا کی مشابہت کے علاوہ دوسری حکمتیں بھی ہیں، بلکہ بیع نسیئہ تو سود کے حیلہ کے طور پر استعمال ہوسکتی ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں آچکی ہے۔ تفاضل کی نہی میں ایک حکمت غریبوں کا استحصال ختم کرنا ہے، کیونکہ غریب اگر اچھی کھجور پیدا کریں تو مالدار مقدار بڑھا کر اپنی ردی کھجور انہیں دے سکتے ہیں۔ غریب کے نزدیک مقدار کی اہمیت ہوتی ہے، اس لیے وہ اچھی کھجور پیدا کرنے کے باوجود ہمیشہ ردی ہی کھائے گا۔ یہ حکمت میں نے اس لیے بیان کردی کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے، ورنہ حرمت کی اصل وجہ ربا سے مشابہت ہے، اسی لیے اس قسم کی بیع کو بھی ربا کہا جاتا ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جلوۂ دانشِ فرنگ (مغرب سے مرعوبیت)

جناب ڈاکٹر اسد زمان

The Dazzle of Western Knowledge

ترجمہ: جناب حماد ررشید

خِیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اس مضمون کا عنوان علامہ اقبالؒ کے مذکورہ بالا شعر سے مستعار ہے، جس سے اُمت کو درپیش ایک اہم بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے اور وہ مغربی علوم سے مرعوبیت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت اُمت مغربی علوم سے اتنا متاثر ومرعوب ہوچکی ہے کہ اپنی موجودہ پستی کا علاج بھی انہی علوم میں ڈھونڈ رہی ہے اور اس کے نتیجے میں یہ بات نظروں سے اوجھل ہوچکی ہے کہ وہ قرآنی علوم ہی تھے، جن کی بدولت زمانۂ جاہلیت کے پسماندہ اور دیہاتی مزاج بدو دنیا میں علمی سطح کی معراج پر پہنچ گئے تھے۔

اس مضمون میں ہم یہ واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح مغرب نے اپنے ایک مخصوص علمی نظام کے ذریعے انسانیت کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور یہ نظام کیسے انسانیت کے لیے حقیقت میں مضر ہے، مگر اس کا لوگوں کو ادراک ہی نہیں۔ نیز اس نظام کو رائج کرنے کے لیے کس طرح مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے، جس کے نتیجے میں ایک طرف انسانیت کو مغربی علوم کی افادیت پر یقینِ کامل ہوگیا تو دوسری طرف خود مسلمانوں نے بھی اسلامی علمی نظام سے- جو مغرب سے یکسر مختلف ہے- عملی طور پر صرفِ نظر کرلیا اور اسے دنیوی مسائل کے لیے غیر متعلق سمجھنے لگے۔ سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام میں علم کا کیا مقام ہے۔

اسلام میں علم کی اہمیت

قرآن اور حدیث دونوں میں علم کی اہمیت پر غیر معمولی زور دیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الاسماء ودیعت کیے جانے کے بعد ہی فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا۔ خود نبی ﷺ سے یہ دعا کرنے کو کہا گیا ہے کہ: ''اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔'' اہلِ علم کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ علم کی راہ کے متلاشی کے لیے اللہ تعالیٰ جنت کے راستوں کو آسان بنا دیتے ہیں۔ ہمیں مہد سے لحد تک حصولِ علم کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر نصوص علم کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

خدا کا عطا کردہ علم کون سا ہے؟

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ابتدائی مسلمانوں کے پاس ایک ایسا علم تھا جس نے ان پر زبردست اثرات مرتب کیے۔ اس نے اَن پڑھ اور پسماندہ بدوؤں ہی میں سے عالمی سطح کے رہنما پیدا کر دیئے۔ آج پھر مسلمان علمی میدانوں میں بھی پسماندگی اور قحط کا شکار ہیں اور بظاہر کرۂ ارض کی دیگر اقوام سے پیچھے ہیں۔ سو وہ علم کون سا ہے، جو خدا نے عطا کیا ہے؟ اور کیا وہ علم آج بھی وہی معجزہ دکھا سکتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ علم ہمارے لیے اجنبی بن چکا ہو، جیسا کہ حدیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے؟ (۱)

جواب کے لیے ہم قرآن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ہمیں ایک ایسا علم دیا گیا ہے جو کامل و مکمل ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہترین عطا کیا ہے:

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔'' (یونس:۵۸)

'' آپ (ان سے) کہہ دیجیے تو بس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ اس (دنیا) سے بدرجہ بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔'' (بیان القرآن)

اس آیت کی عموماً یہ تفسیر کی جاتی ہے کہ یہاں ''مَا'' سے مراد دنیاوی دولت ہے۔ میرے نزدیک اس کا مصداق یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن میں ہمیں جو علم دیا گیا ہے، وہ ان تمام علوم سے افضل ہے جو مغرب نے پروان چڑھائے۔

اصل مسئلہ روحانی ہے

اب جب ہمیں خدا کی طرف سے کامل و مکمل شکل میں انسانیت کی رہنمائی کے لیے سب سے عظیم تحفہ دیا جا چکا ہے تو ایسے میں کسی اور طرف نظریں اُٹھانا حد درجے کی ناشکری ہے۔ آج قریب قریب پوری اُمت اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ عصرِ حاضر کے مسائل کا حل صرف اور صرف مغربی علم ہی فراہم کرتا ہے۔ ہم اور ہمارے بچوں کے اوقات کا وافر حصہ اسی قسم کی تعلیم کی تحصیل میں صرف ہوتا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ مختلف جدید مسائل کے حوالے سے مغرب نے کیا حل پیش کیے ہیں۔ ہم اس بات پر غور ہی نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتے کہ قرآن وحدیث بھی ہمیں ان مسائل پر کوئی مناسب رہنمائی دے سکتے ہیں۔ مغربی علم کی چمک دمک سے مرعوبیت اور خدا کے عظیم ترین تحفے کی قدر کے فقدان کے باعث ہمارے قلوب اس بات سے قاصر ہیں کہ قرآن وسنت کی فراہم کردہ، بنی نوع انسان کو درپیش مسائل کی عقدہ کشائیوں کی طرف توجہ کر سکیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس امت کو لاحق اصل مرض روحانی ہے۔ مادیت نے روحانیت پر غلبہ حاصل کرلیا ہے، جس کے سبب فکر وخیال کی ترتیب اُلٹ چکی ہے۔

مسئلہ کی جڑ

اس مسئلے کا تجزیہ کرنے سے پہلے ہمیں اس بیماری کی جڑ پر نظر کرنی ہوگی۔ ہم کیوں یہ سوچ بیٹھے ہیں کہ مغربی علم ہمیں قرآن سے اعلیٰ رہنمائی فراہم کرتا ہے؟ ہم ہمہ قسم کے مسائل کے حل کے لیے کیوں مغرب کی طرف دیکھتے ہیں؟ نظامہائے معیشت کے لیے، نظامہائے تعلیم کے لیے، نظام ہائے سیاست کے لیے، نظامہائے معاشرت کے لیے، یہاں تک کہ زندگی کے ہر پہلو میں انہی کے پیش کردہ نظریات ہمیں متاثر کرتے نظر آتے ہیں۔ کیا اب قرآن وسنت کے پاس ہمیں پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے؟ کن تاریخی عوامل نے انسانیت کے لیے خدا کے آخری پیغام پر اعتماد اور بھروسے کی یہ کمی پیدا کی؟ دراصل اہلِ مغرب نے اپنے نظامِ علم کو واحد حل باور کروانے اور دیگر نظاموں کو یکسر نقصان دہ ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی چالوں اور ہتھکنڈوں کا استعمال کیا۔ ذیل میں ہم ان میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں:

مغرب کی پہلی چال: تعلیم کے ذریعے تسخیرِ اذہان

لارڈ بینگٹن میکالے نے تعلیم کے حوالے سے ہندوستان میں جو میمورنڈم پیش کیا، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نوآبادیاتی محکومین کو مسخر کرنے کے لیے کس طرح کے نظریاتی حربے استعمال کیے گئے اور کس طرح غلامانہ ذہنیت تشکیل دی گئی، چنانچہ وہ کہتا ہے:

’’مجھے سنسکرت یا عربی کا کوئی علم نہیں۔ (کوئی بھی) اس بات سے انکار نہیں کرسکتا تھا کہ ایک اچھی یورپی لائبریری کے ایک خانہ کی قیمت ہی ہندوستان اور عرب کے تمام مقامی ادب سے زیادہ ہے۔‘‘

یہ رائے اب مسلمانوں کے ذہنوں میں پختہ طور پر پیوست ہوگئی ہے کہ ہماری تمام فکری میراث گزشتہ چند صدیوں کے دوران یورپیوں کے دریافت کردہ علم کے مقابلے میں بے قدر و قیمت ہے۔

میکالے مزید کہتا ہے:

’’ہمیں فی الحال ایک ایسا طبقہ تشکیل دینے کی پوری کوشش کرنی چاہیے جو ہمارے اور ہمارے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لاکھوں محکومین افراد کے درمیان ترجمان بنے۔ لوگوں کا یہ طبقہ خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہوگا، لیکن ذوق، رائے، اخلاق اور فکر کے اعتبار انگریز ہوگا۔‘‘

یہ بات ہمارے موجودہ مسائل کو سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ نوآبادکاروں نے تعلیم کے ذریعے ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جو انگریزی تہذیب اور علم سے بے حد مرعوب تھا اور اپنی تہذیب اور علوم کو جہل گردانتا تھا، یعنی ایسے افراد کی جماعت جو باہر سے بھورے لیکن اندر سے سفید تھے۔ انہیں اختصار کے ساتھ انگریزی میں Coconut class اور اردو میں ’’ناریل طبقہ‘‘ کہا جا سکتا ہے۔ یہی طبقہ نوآبادیاتی دور کے خاتمے کے بعد ان کالونیوں کا حکمران بنا۔ چونکہ یہ طبقہ انگریزوں سے مراعات حاصل کرتا رہا، اس لیے اس ’’ناریل طبقے‘‘ نے اسی نظامِ تعلیم کو جاری رکھا جو استعماری قوتوں کا خوف اور ان کی تعظیم پیدا کرتا ہے، اور ہمارے اپنے ورثے، ثقافت، مذہب اور شخصیات کے لیے نفرت اور حقارت پیدا کرتا ہے۔

یہ نظامِ تعلیم اشرافیہ اور عوام کے اذہان کے مابین ایک وسیع خلیج پیدا کرتا ہے۔ اشرافیہ عام لوگوں کو نیویارک، لندن اور پیرس کی طرزِ زندگی کی طرف مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ بیشتر عوام دل سے اس کے لیے تیار نہیں، کیونکہ وہ تو حقیقت میں مدینہ کی طرزِ زندگی کو دوبارہ اپنانا چاہتے ہیں، اگرچہ انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ اس کا مطلب کیا ہے، اور یہ کیسے ممکن ہے۔ بہرحال قائدین اور عوام کے اہداف میں یہ وسیع خلیج ترقی کو ناممکن بنا دیتا ہے۔

فی زمانہ ہمارا پورا معاشرہ ہی مغربی نظامِ تعلیم کی پیداوار ہے۔ پوری دنیا میں بالعموم صرف مغربی دانشوروں (اور ان کے فکری پیروکاروں) کا مہیا کردہ علم ہی پڑھایا جاتا ہے۔ انسانی علم کی اجتماعی ساخت میں کسی اور کی شراکت کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اس طرح ہمیں یہ سکھا دیا گیا ہے کہ آج انسانی دانش کی اعلیٰ ترین شکل مغربی فکری روایت ہی کی واحد ملکیت اور تخلیق ہے، جس سے ہمارے اذہان مکمل طور پر پراگندہ ہو چکے ہیں۔

مغرب کی دوسری چال: مغرب پرست تاریخ

مغرب کی شان وشوکت سے ہمارے اذہان کو مرعوب کرنے کا ایک ذریعہ مغرب پرست تاریخ (Eurocentric History) ہے۔ (۲) یہ جھوٹی تاریخ ہمیں یہ باور کراتی ہے کہ صرف یورپی اقوام نے ہی قابلِ قدر علم اور ترقی یافتہ تہذیب کی نشوونما کی ہے۔ دوسری تمام قومیں قدامت پرست، جاہل اور وحشی ہیں، جنہیں مہذب اور تعلیم یافتہ بننے کے لیے مغربی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے جدیدیت سے پہلے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ادوار کو با قاعدہ ’’تاریک ادوار‘‘ (Dark Ages) کہا جانے لگا اور دورِ جدیدیت کو ’’روشن خیالی‘‘ (Enlightenment) کے نام موسوم کیا گیا، گویا مغرب کی مادی وعلمی ترقی سے پہلے دنیا میں فقط جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

تاریخ کی اس غیر منصفانہ تعبیر ہی نے مغربی تعلیم کو اس غالبانہ تصرف کے ساتھ پھیلنے میں مدد کی اور نتیجتاً انسانیت یہ یقین کر بیٹھی کہ حقیقی علم کا منبع و ماخذ مغرب ہی ہے۔ باقی اقوام کے پاس ان کے مقابلے میں سرے سے کوئی علمی نظام ہی نہیں یا ہے تو اتنا حقیر ہے کہ اسے درخورِ اعتناء ہی نہیں سمجھا جانا چاہیے۔

سب سے اعلیٰ علم کون سا ہے؟

کیا یہ واقعی سچ ہے کہ اصل علم مغرب ہی کے پاس ہے اور سب سے اعلیٰ و ارفع علم، مغربی علم ہی ہے؟ یا پھر انتہائی اہمیت کی حامل علم کی کچھ دیگر اقسام بھی ہیں، جن کا احاطہ مغربی تعلیم نے نہیں کیا؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے سے قبل اس معاملہ پر روشنی ڈالی جائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ علم کی سب سے اعلیٰ و ارفع قسم وہ ہونی چاہیے جو زندگی کے بنیادی سوالات کے بارے میں ہدایت فراہم کرے، جیسے کہ ’’میں کون ہوں؟ کیوں پیدا کیا گیا ہوں؟ اور مجھے زندگی کیسے گزارنی چاہیے؟ وغیرہ۔‘‘ اسی قسم کے علم کے ذریعے ہم سیکھ سکتے ہیں کہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کیسے گزارنی ہے؟ اور اپنے باطن و ظاہر کی اصلاح کیسے کرنی ہے؟ سو اس بارے میں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کون سا علم کس قسم کی رہنمائی فراہم کرتا ہے؟

ایک بنیادی سوال

قرآنی اور مغربی علوم کا مقابلہ وموازنہ کرنے کے لیے ہمیں ایک بہت ہی بنیادی سوال سے شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بحث یہاں سے شروع کی جاسکتی ہے کہ وہ کون سا سوال ہے جو تمام انسانوں کے لیے سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ کچھ غور کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ سوال یہ ہے کہ ’’ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کیسے گزارنی چاہیے؟‘‘ سو ’’زندگی کے مقصد کو سیکھنا‘‘ ہی اصل ہے۔ یہی مقصد طے کرے گا کہ کون سا علم قیمتی ہے اور کون سا بے کار یا نقصان دہ ہے؟ کیا مغربی تعلیم ہمیں انسانی زندگی کا مقصد بتلا سکتی ہے؟ کیا فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، یا ریاضی کا ذرا سا بھی حصہ ہمیں ’’نیک‘‘ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا سکتا ہے؟ جو حضرات مغربی تعلیم کی تحصیل کر چکے ہیں، ان کو یہ بات معلوم ہوگی کہ مغربی تعلیم میں ان بنیادی سوالات کو درخورِ اعتناء ہی نہیں سمجھا جاتا یا پھر اس حوالے سے ایسے اسباق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بڑھائے اور ایسے حل تجویز کیے جاتے ہیں جن کے نقصانات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، چنانچہ مغربی تعلیم ہمیں زندگی کا مقصد دولت اور عیش وعشرت کا حصول بتلاتی ہے۔ مغربی تعلیم کی بنیاد دین سے انکار پر ہے۔ جب دین وآخرت سے انکار ہوگیا تو اس تعلیم کی جڑوں میں خود یہ تصوُّر پنہاں ہوجائے گا کہ ہر چیز کا مقصد اسی دنیا میں عیش وعشرت ہے۔ ساری مغربی تعلیم انہی غلط بنیادوں پر قائم ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کا شکار مغربی معاشرہ اور اُجڑا ہوا خاندانی نظام اس طرزِ فکر کے ضرر رساں ہونے کی بیّن دلیل ہیں۔

اس کے برعکس قرآن کریم ہمیں خبردار کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی ایک فریب کی تلاش کے سوا کچھ نہیں۔ [۳] اسلامی تعلیمات زندگی کے بنیادی سوالات کے متعلق مکمل ہدایات دیتی ہیں اور بتلاتی ہیں کہ اچھا اور نیک انسان کیسے بنا جا سکتا ہے؟

زندگی کن بنیادی سوالات کو جنم دیتی ہے؟

❶- میں کون ہوں؟

❷- میں کہاں سے آیا ہوں؟ سفرِ حیات کے اختتام کے بعد میں کہاں جاؤں گا؟

❸- زندگی کے ان چند قیمتی لمحات کا کیا کروں؟

❹- میں کیا بن سکتا ہوں؟ میرے پاس کون سی پوشیدہ صلاحیتیں ہیں اور میں ان کو کیسے پروان چڑھا سکتا ہوں؟ میں یہ کیسے جان سکتا ہوں کہ ان میں سے کن صلاحیتوں کو پروان چڑھانے پر مجھے کام کرنا چاہیے؟

اگر ہم ان سوالات کے جوابات نہیں جانتے، تو ہماری زندگی جھوٹے مقاصد کی جستجو (یا جھوٹے خداؤں کی عبادت) میں برباد ہوجائے گی۔ مغربی تعلیم درحقیقت خودشناسی، اور اچھی زندگی گزارنے کا طریقہ سیکھنے کے راستے میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کردیتی ہے، کیونکہ مغربی تعلیم کو-خواہ وہ کسی بھی جہت سے ہو- دل کی دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ خاص طور پر تجرباتی فلسفے (Philosophy of Empiricism) کے غالب ہونے کے بعد صورت حال اور دگرگوں ہوچکی ہے، کیونکہ اس فلسفے کے مطابق بیرونی دنیا کے حقائق ہی اصل ہیں اور اصل میں موجود وہی ہے جس کا ادراک حواس سے ہوسکے، باطن کے احوال کی کوئی اہمیت نہیں۔ چنانچہ اس تعلیم کا حامل انسان مادہ پرستی کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے، نفس کی اصلاح کا خیال بھی اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔

مغربی علوم ہمیں بہترین زندگی گزارنے کا، کردارسازی کا، معاشرت کی تعمیر کا کوئی مفید طریقہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکھلانے سے قاصر ہیں، چنانچہ ان کا اپنا معاشرہ بڑی بڑی معاشرتی و اخلاقی بیماریوں میں جکڑا ہوا ہے، جس کا انہیں بھی ادراک ہے۔ مغربی علوم باہر کی دنیا کے بارے میں معلومات تو دیتے ہیں کہ چاند اور ستاروں کی گردش کیسی ہے، لیکن انسانی زندگی کے مقاصد اور باطن کے احوال کے بارے میں - جو ہماری سب سے اہم ضرورت ہیں - ذرہ برابر بھی رہنمائی فراہم نہیں کرتے۔

ایک معمہ

مذکورہ بالا بحث سے یہ سمجھ آتا ہے کہ اصولی طور پر قرآنی تعلیمات اور موجودہ مغربی علوم میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں ہے۔ نہ قرآن میں ہمیں کیمسٹری، بائیولوجی، فزکس اور علوم ریاضی وغیرہ ملتے ہیں، نہ ہی مغربی علوم میں اخلاقیات، عبادات اور اللہ کی معرفت اور اس سے تعلق کا تذکرہ ملتا ہے، لہٰذا اگر ہم مغربی علوم سے مرعوب ہیں اور انہیں ہی ذریعۂ کامیابی و نجات سمجھتے ہیں تو لازمی طور پر یہ سمجھیں گے کہ قرآنی علم کا ہماری دنیاوی فلاح و ترقی سے کوئی تعلق نہیں ہے، جبکہ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ قرآنی علوم نے ۱۴۰۰ سال پہلے مسلمانوں کو نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی ترقی سے بھی ہمکنار کیا تھا، تو کیا آج قرآنی علوم دنیاوی معاملات میں بالکل بیکار ہو کر رہ گئے ہیں؟ یہ تو ایک معمہ ہے۔ اس معمہ کو حل کرنے کے لیے اس بات پر تحقیق کرنی ہوگی کہ جدید علوم پیدا کیسے ہوئے؟ اور کس ماحول میں پروان چڑھے؟

مغرب کی تیسری چال: دینِ مغرب کا احیاء اور پروپیگنڈے کے ذریعے اس کے تضادات کا اخفاء

مغربی تعلیم دوسرے علوم میں نقائص نکال کر اور اپنے علوم کے تناقضات چھپا کر اپنے علوم کے ارفع ہونے کی بابت ذہن سازی کرتی ہے اور انسانوں کے سامنے اپنے علوم کو لاشعوری طور پر ''دین'' کی سطح پر منواتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ابتدائی عیسائیت کے ارتقاء پر نظر دوڑائی جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل پیغام کئی گمراہانہ عقائد کے ساتھ خلط ملط کر دیا گیا تھا۔ بالآخر ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے اور ان کے خدائی کا دعویٰ کرنے کا نظریہ زیادہ غالب بن کر اُبھرا۔ اس سے ایک سنگین مسئلہ پیدا ہوا، کیونکہ موجودہ بائبل بھی خدا کی وحدانیت کے واضح بیانات اور عیسیٰ علیہ السلام کی خدا کے حضور عاجزی، خدا سے ان کی دعاؤں اور بہت سی دوسری وحدانیت کی تعلیمات سے بھری ہوئی ہے۔ ''گمشدہ عیسائیت'' ''Lost Christianities''[۴] میں بارٹ ایرمن بہت سے ایسے مختلف طریقے بیان کرتا ہے جن کے ذریعے شروعات کے عیسائیوں نے غیر منطقی اور متناقض عقائد کو قابلِ فہم بنانے کی کوشش کی۔ تین صدیوں بعد جب شہنشاہِ قسطنطین نے عیسائیت اختیار کی تو اس نے تنازعات کو حل کرنے اور پوری رومی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سلطنت پر عیسائیت کا ایک ہی نقطۂ نظر مسلط کرکے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے کونسل آف نائسیہ تشکیل دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدائی کا دعویٰ کرنے کے لغو و باطل عقیدے کی توثیق کے لیے من گھڑت افسانے تراشے گئے اور جعل سازی سے کام لیا گیا۔ اس کے نتیجے میں دقیق اور پیچیدہ طریقوں سے عقیدۂ تثلیث وجود میں آیا، یعنی یہ کہ ''خدا ایک ہے، لیکن خدا تین بھی ہے، اور یہ دونوں دعوے ایک ہی وقت میں سچے ہیں۔''

اس صورت حال نے عیسائی تہذیب کو اَساسی نوعیت کے ایک گھمبیر مسئلے میں لا کھڑا کیا، وہ یہ کہ باطل، متضاد، اور ناممکن عقائد کو کیسے ثابت کیا جائے؟ اسی وجہ سے ''(بدیہیات پر مشتمل) مسلّمہ استخراجی'' ''axiomatic-deductive'' منہج کو استدلال کے اَساسی طریقہ کار کے طور پر اپنایا گیا۔ اس منہج کی خوبی یہ ہے کہ یہ ایسے بدیہی ''قضایا'' پر مشتمل ہوتا ہے، جنہیں پہلے ہی سے ''قطعی'' سمجھ لیا جاتا ہے، یعنی نہ ان قضایا پر بحث کی جاسکتی ہے، نہ کوئی سوال اُٹھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی استدلال ان کے خلاف پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ منہج تبھی درست ہوسکتا ہے جب یہ مانا جاچکا ہو کہ مفروضات، بداہتاً قطعی، یقینی اور ناقابلِ تردید ہیں۔ درحقیقت اس منہج کا استعمال قابلِ اعتراض مفروضوں کو زیرِ زمین دفن کرنے کے لیے کیا جاتا ہے، جہاں ان کا تجزیہ نہیں کیا جاتا اور سامعین سے اس طرح پوشیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ ان کے بارے میں شک نہ کرسکیں۔

روشن خیالی کی تحریک کے بعد مغربی مفکرین نے عیسائیت کے اسی قسم کے تناقضات کو دیکھتے ہوئے، مذہب ہی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ انسان کے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اخلاقیات کی بابت سوالات تو پہلے مذہب ہی حل کرتا تھا، اب مذہب سے الگ ہونے کے بعد مغرب نے خدائی تعبیر کو ٹھوکر مار کر محض انسانی سطح ہی پر اخلاقی معیارات طے کرنے کی کوشش کی اور اس طرح ''دینِ مغرب'' وجود میں آیا، جسے سماجی علوم Social Sciences کا نام دے دیا گیا۔ ان علوم کو پھیلانے کے لیے مختلف ہتھکنڈوں کو اس طرح استعمال کیا گیا کہ عیسائیت کے داخلی تناقضات کی طرح، ان کے تضادات بھی لوگوں کی نظر سے اوجھل ہوگئے اور انہیں یہ علوم ''عقلی طور پر مستحکم'' نظر آنے لگے۔ حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، کیونکہ سماجی علوم بھی عموماً بنیادی اصولوں کو حل کیے بغیر ہی کچھ مفروضات کو ''حق'' مان کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایک الگ مضمون میں ہم نے متعدد مثالیں فراہم کرکے ثابت کیا ہے کہ کس طرح سماجی علوم میں بھی ''axiomatic-deductive method'' کو برتا جاتا ہے۔ (۵) یہاں فی الحال یہ بنیادی نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ تمام مغربی سماجی علوم کچھ پوشیدہ مفروضوں پر استوار ہیں۔ ان مسلمہ قضایا کو یقینی بدیہیات کہا جاتا ہے، لیکن اکثر اس قسم کے قضایا بالکل ویسے ہی مضحکہ خیز ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ یہ مفروضہ کہ ایک اور تین یکساں ہیں۔ ان بنیادی مفروضات کو بحث و تمحیص کے بغیر پہلے ہی سے قبول کرلیا جاتا ہے، تجزیہ و تحلیل کا دروازہ ان پر بند ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان بظاہر بدیہی اور حقیقتاً باطل قضایا/مفروضات پر قائم مغربی علم کا پورا ڈھانچہ ہی بنیادی طور پر ناقص ہے۔

مغرب کی چوتھی چال: طبیعی اور سماجی سائنسز کو ایک ہی سطح پر ''حق اور مفید'' باور کروانا

مغرب کی ایک بہت گھناؤنی دسیسہ کاری اس نظریے کی ترویج ہے کہ طبیعی اور سماجی سائنسز بنیادی طور پر ایک ہی قسم کے ''سائنسی'' علم ہیں۔ خود لفظ ''سائنس'' ہی معقولیت اور افادیت کے لحاظ سے مماثلت کے اس جھوٹے دعوے کی عکاسی کرتا ہے۔ درحقیقت دونوں شعبے یکسر مختلف ہیں۔ علم کے ان دونوں اقالیم میں کچھ بنیادی قسم کی خامیاں ہیں، البتہ ان خامیوں کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ مختصراً سماجی سائنس دینِ مغرب ہے۔ عیسائیت سے انکار کے بعد یہ نیا دین وضع کیا گیا اور اپنایا گیا، مگر اس دین کا نام سائنس رکھ کر ساری دنیا کو دھوکے میں ڈال دیا۔ یہ سماجی سائنس دولت، طاقت اور لذت کے آگے سجدہ ریز ہونے کی ترغیب دیتی ہے۔ ایک بار جب ہم خدا، حیات بعد الموت اور یوم حساب کو مسترد کر دیتے ہیں، تو اسی دنیاوی زندگی میں طمانیت کے ذرائع پر توجہ مرکوز کرنا فطری بن جاتا ہے، لیکن یہ تصور اسلام سے یکسر متصادم ہے۔

طبیعی سائنس اور ٹیکنالوجی اس مذہب کے آلات ہیں۔ یہ دولت، طاقت اور لذت کے حصول کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ مفروضہ یہ ہے کہ آلات تو غیر جانبدار ہوتے ہیں، انہیں خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، تاہم اس پر بھی یہ سوال کرنا بنتا ہے کہ کوئی ایٹم بم کو اچھے مقصد کے لیے کیسے استعمال کرے گا؟ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ یہ ایک طویل بحث ہے کہ سائنسی علوم اہلِ مغرب نے کس نیت سے وضع کیے؟ یہ فی الحال ہمارا موضوع نہیں ہے، البتہ مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ساری دنیا کو فتح کرنے اور اپنا زور لوگوں پر مسلط کرنے کے لیے یہ بہت کارآمد ثابت ہوئے۔ خاص طور پر جس حد تک طاقت، منافع اور دولت کے حصول کے لیے اس کی ترویج ہوئی، اسی قدر اس کی قیمت ان لوگوں کو چکانی پڑی جن سے یہ دولت ہتھیائی گئی تھی۔ مغرب' سائنس اور ٹیکنالوجی کی تخلیق کو کلیتاً بنی نوع انسان کے لیے بہت زیادہ سودمند قرار دیتا ہے۔ اس افسانے کی جڑیں ہمارے دل و دماغ میں پیوست ہو چکی ہیں۔ دراصل مسلمان مغربی معاشرتی علوم سے اس لیے متاثر ہیں کہ مغربی طبیعی علوم کی حیرت انگیز کامیابیاں اظہر من الشّمس ہیں۔ معاشرہ چونکہ طبیعی سائنسز کی ترقی سے انتہائی مرعوب ہے، اس لیے اس کے ساتھ سماجی علوم میں بتائی گئی باتوں کو بھی ''حق'' مان لیتا ہے۔ سماجی سائنسز کا موضوع ہی یہ ہے کہ ''معاشرہ کیسے تعمیر کیا جائے؟'' تو اب سماجی علوم کے مختلف شعبوں (جیسے معاشیات و سیاسیات وغیرہ) میں جو بھی تحقیقات ہوتی ہیں، انہی کے مطابق اپنے معاشروں کو ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

لیکن یہ محض ایک دھوکہ ہے، کیونکہ اول تو طبیعی سائنسز کے انسانیت کے لیے سراسر مفید ہونے کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دعویٰ خود بھی محلِ نظر ہے۔ [٦] اور اگر بالفرض اسے سچا بھی مان لیں تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خارج کے حقائق سے متعلق مفید علم کے ہونے سے باطن کے حقائق سے متعلق مفید علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ یعنی اگر ہمیں خارج کے متعلق کچھ ایسا معلوم ہے جسے ہم مفید سمجھتے ہیں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ باطنی حقائق یعنی انسانی فطرت کے متعلق بھی (مذہب سے قطع نظر کرکے) ہمیں ''حق اور مفید'' بات سمجھ آچکی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں۔ سو انسانی فطرت کے متعلق ناقص معلومات کی بنا پر سماجی سائنسز کا پورا نظام ہی انتہائی بودا اور ناقابلِ بھروسہ ہے۔

مغرب کی پانچویں چال: علمِ نافع اور غیر نافع کے درمیان غیر منصفانہ تقسیم

مغربی تعلیم ہمیں سکھاتی ہے کہ علم کی دو اقسام ''سیکولر اور مقدس'' کے درمیان کڑی تقسیم ہے، ایک کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ سیکولر علم کا تصور (علم کی ایک ایسی اقلیم جس کا مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں) اسلام کے لیے بالکل اجنبی ہے، اس کے باوجود مغربی تعلیم کے اثر کی وجہ سے اسے اب مسلمانوں نے بھی بڑے پیمانے پر قبول کرلیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کارآمد اور بے کار علم کے درمیان تفریق کا پیمانہ مغرب سے یکسر مختلف ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے علمِ نافع کے لیے دعا کی، اور اللہ تعالیٰ سے غیر نافع علم سے حفاظت کی دعا بھی مانگی۔ نافع اور غیر نافع کی درجہ بندی مقصد کے مطابق کی گئی ہے۔ مغرب چونکہ خدا، حیات بعد الموت، اور یوم حساب کی تردید کرتا ہے، اس لیے زندگی کا مقصد خود بخود طاقت، لذت اور دولت کا حصول بن جاتا ہے۔ سو (ان کے نزدیک) علمِ نافع وہی ہوگا جو ان مقاصد کو حاصل کرنے میں مددگار ہو۔ دوسری طرف اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ حقیقی کامیابی روزِ قیامت کی کامیابی ہے۔ علمِ نافع وہ ہے جو اس حقیقی کامیابی کو حاصل کرنے میں ہمارا معاون ہو۔ وہ تمام علوم جو اس مقصد سے توجہ ہٹائیں یا روکیں وہ بے کار یا نقصان دہ ہیں۔ اسی روشنی میں ہمیں مغربی علم کی ساخت کا جائزہ لینا چاہیے۔ تاہم مغربی تعلیم کی مخصوص ہیئت ہمیں اس قسم کے تجزیے کرنے سے باز رکھتی ہے۔

علم سے متعلق اسلامی اور مغربی رویہ

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں علم کا بہت ہی کم حصہ دیا گیا ہے۔ یہ ہمیں ایک طرح کی ''علمی عاجزی'' سے متعارف کرواتا ہے: وہ یہ کہ ہمارا علم ہمارے انسانی تجربے پر مبنی ہے۔ یہ تجربہ زمان ومکان اور معروضیت (کی پابندیوں) کی وجہ سے بہت محدود ہے۔ آفاقی صداقتوں کا علم صرف خدا ہی کے پاس ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس علم کے کچھ حصے بخش دیتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بالکل برعکس مغربی رویے کو ایک طرح کی ’’علمی رعونت‘‘ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ وہ شروعات ہی اس مفروضے کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہم محض تعقُّل کے ذریعے آفاقی صداقتوں کی کھوج لگا سکتے ہیں۔ اس (پوشیدہ) مفروضے کا رد امام غزالیؒ پہلے ہی اپنی کتاب ’’المنقذ من الضلال‘‘ میں کرچکے ہیں۔ وہ ثابت کرچکے ہیں کہ علم کی قطعیت کی کھوج میں فلاسفہ کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کا اصل انکشاف یہ تھا کہ قطعی علم کی طرف جانے والی تمام راہیں مسدود ہیں۔ خاص طور پر تجرباتی فلسفے کے اس مفروضے کے مقدر میں ناکامی ہی لکھی ہے کہ: ’’ہم فقط اپنے حواس اور تعقُّل کے استعمال سے حتمی صداقت کو پہنچ سکتے ہیں۔‘‘ بہرحال آخر میں سچائی کو پانے کا واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ کے نور سے اپنے قلوب منور کرلیے جائیں۔

بہت سے معروف مغربی فلسفیوں نے امام غزالیؒ کے دلائل کا مطالعہ کیا اور ان کی نقالی کی۔ تاہم ان کے اصل سبق کو سمجھنے یا جذب کرنے میں آج تک مغربی فلسفی ناکام رہے۔ مغربی فلسفہ آفاقی صداقتوں کے ان فضول سوالات کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے، جس تک سوائے خدا کے کسی کو رسائی نہیں۔ یہ فلسفہ محدود (یعنی مقامی، معروضی اور عارضی) تجربے کی بنیاد پر آفاقی صداقتوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح خود کو ایک ناممکن ہدف دے دیتا ہے۔ چونکہ مغربی فلاسفہ کا تصور یہ ہے کہ علم تو صرف آفاقی صداقتوں ہی کو کہتے ہیں اور یہ جو کمزور، غیر مستقل اور عارضی صداقتیں ہیں، اس کو علم شمار ہی نہ کیا جائے، حالانکہ صرف یہی علم انسان کی دسترس میں ہے، تو جو ہمارے لیے ممکن ہے، اسے علم ہی شمار نہیں کرتے اور جو ناممکن ہے اسے علم شمار کرتے ہیں اور اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور غیر یقینی علم کو یقینی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے اہلِ مغرب کا بہت بڑا علمی دھوکا۔

معرکۂ علم و دانش

مذکورہ بالا معروضات سے ثابت ہوا کہ اس وقت اُمت کو درپیش اصل معرکہ، معرکۂ علم و دانش ہی ہے، کیونکہ مغرب نے علمی چال بازیوں سے لوگوں کے اذہان کو تبدیل کردیا ہے۔ اس کے مقابلے میں مسلمان اپنے علوم سے اس سطح پر کام نہیں لے رہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج بھی قرآن انسانیت کو درپیش مسائل کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے، مگر فی الوقت یہ ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں کے حالات کے اعتبار سے نظر آتا ہے کہ یہ دعویٰ باطل ہے، کیونکہ مسلمانوں کے پاس قرآن موجود ہے اور اس کے باوجود وہ طرح طرح کے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، جس سے عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیمات میں ان مسائل کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔ سو اس دعویٰ کی دلیل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فراہم کرنے کے لیے ہمیں ایک علمی مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے، جس میں ہم ثابت کرسکیں کہ مغربی علوم کی رہنمائی محض دھوکہ وفریب ہے۔ یہ علوم غلط راستوں پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ قرآن ہی ہمیں اُمت کے موجودہ پست حالات سے باہر نکالنے کی لیے صحیح رہنمائی فراہم کرسکتا ہے، مگر افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج امت اس طرف کما حقہ متوجہ نہیں، جیسا کہ بقولِ اقبال:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

اختتامیہ

یہاں پر ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور کچھ آخری گزارشات قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔ فی زمانہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس وقت اُمتِ مسلمہ بہت ابتر حالت میں ہے، لیکن اس کا علاج کیسے ہو؟ اس پر شدید اختلاف ہے۔ زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پسماندگی کا علاج صرف اور صرف مغربی علوم کی تحصیل و ترویج میں ہے۔ یہ بات بہت غلط ہے اور قرآن کی تعلیمات سے ٹکراتی ہے۔ مسلمانوں کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہے کہ اصل میں مغربی معاشرتی علوم ایک دین ہے، جو اسلام کے مخالف ہے اور اس دین میں ہی وہ ساری تعلیمات ہیں جنہیں آج مسلمان بھی رائج کرنے کی کوشش کررہے ہیں، جیسا کہ سیاست ومعاشرت، معاشیات و تعلیم، ہر ایک میں نہ صرف مغربی فکر کی پیروی کی جارہی ہے، بلکہ اسلام کو بھی شعوری یا لاشعوری طور اسی کا تابع بنانے میں ہمتیں صرف کی جارہی ہیں۔ اس طرح سے زندگی کے ہر شعبہ میں ہم مغرب کی نقالی میں مصروف ہیں، کیونکہ ہم ان کے علوم سے بہت مرعوب ہیں اور ہم اس دھوکے کا شکار ہوگئے ہیں کہ مغربی معاشرتی علوم بھی اسی طرح ٹھوس بنیادوں پر قائم ہیں جیسے مغرب کے طبعی علوم ہیں۔ اسی دھوکے نے ہمیں قرآن کی تعلیمات کے استعمال سے باز رکھا ہوا ہے۔ امت میں اس وقت اس سوچ کا بہت فقدان ہے کہ مغربی معاشرتی علوم سے انکار کرکے قرآن ہی کی بنیاد پر اپنی معاشرت تشکیل دی جائے۔ اس کی وجہ وہی ہے جو اقبال کے بقول:

خِیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اُمت کی آنکھیں، مغربی علم کی چکا چوند سے خیرہ (تاریک و پریشان) ہوچکی ہیں۔ اس مضمون میں ہمارا مقصد بس یہ تھا کہ مغربی علوم کی بنیاد میں جو زہر ہے، اسے طشت از بام کیا جائے۔ اس کے بعد وہ مرحلہ آئے گا جس میں اپنے روایتی علوم کو استعمال کرکے مغربی علوم کے بالمقابل کھڑا کیا جائے اور پھر اس بات کو ثابت کیا جائے کہ قرآن ہمیں اپنی معاشرت کی تشکیل کی بابت جو رہنمائی فراہم کرتا ہے وہ بہت زیادہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہتر ہے، جو اہلِ مغرب ہمیں دے سکتے ہیں۔ (۷) اول الذکر مسئلہ کی توضیح اس مضمون میں کرنے کی سعی کی گئی ہے، جبکہ ثانی الذکر کی تفصیلات ہم آئندہ کسی مضمون میں پیش کریں گے۔

خدائے وحدہٗ لاشریک سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے دین پر ایمانِ کامل اور یقینِ غیر متزلزل عطا فرمائے۔ مغربی طرزِ فکر کی تباہ کاریوں کو ہم پر عیاں کردے۔ ہمیں اس قابل بنادے کہ ہم دین کو بغیر کسی ملاوٹ کے اس کے لیے خالص کردیں۔ اپنی توجہ وارتکاز قرآن وحدیث کی طرف موڑ دیں اور ہر باطل سے ناتا توڑ کر، صرف اسی کی ذات سے ناتا جوڑ لیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حواشی وحوالہ جات

۱: بَدَأَ الإسْلَامُ غَرِيبًا، وَسَيَعُوْدُ كما بَدَأَ غَرِيبًا، فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ، الراوي: ابوہریرۃؓ، المحدث: مسلمؒ، المصدر: صحیح مسلم، الصفحۃ اوالرقم: ۱۴۵، خلاصۃ حکم المحدث: [صحیح]

۲: دیکھیں: من گھڑت تاریخ: مہلک ترین ہتھیار Fabricated History: The deadliest Weapon http://bit.ly/AZDeadly

۳: ’’اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔‘‘ (الحدید:۲۰)

4: Ehrman, Bart D.Lost Christianities: The battles for scripture and the faiths we never knew. Oxford University Press, USA, 2005

۵: مغربی سماجی علوم کے فریب کے موضوع پر ڈاکٹر اسعد زمان کے انگریزی میں بہت سے لیکچرز ہیں۔ فی الوقت اردو میں اس موضوع پر صرف صوتی شکل میں چند بیان اس لنک سے دستیاب ہیں: http://bit.ly/AZmzml۔ (حماد رشید)

۶: چنانچہ اس بات پر ہی غور کرلیا جائے کہ آخر ایٹم بم انسانیت کے لیے کس طرح مفید ہوسکتا ہے اور یہ کہ اگر طبیعی سائنس کی ترقی اور ٹیکنالوجی کی بھرمار سے جو دنیا تیزی سے موسمیاتی تبدیلی کی طرف جارہی ہے، اسی کے نتیجے میں دنیا اگر بالکل تباہ ہوگئی تو انجام کار طبیعی سائنس کے محض مفید ہونے کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور اس کا مضر ہونا حتمی قرار پائے گا۔

۷: الحمدللہ اس موضوع پر ابتدائی قسم کی طبع آزمائی مختلف جہات سے اہلِ علم کررہے ہیں، ان کا کام ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے، جیسا کہ سیاسیات میں مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مفتی شفیع عثمانیؒ کا جمہوریت اور اسلامی نظامِ حکومت کے تقابل پر کام، جس میں مزید توسیع مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ’’اسلام اور سیاسی نظریات‘‘ میں کی۔ یا جیسے تاریخ پر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ’’مسلمانوں کے عروج وزوال کا انسانی دنیا پر اثر‘‘ وغیرہ۔ اس قسم کا سب کام ابتدائی نوعیت کا ہے اور سمندر کے مقابلے میں قطرے کی مانند ہے۔ اُمت کی دگرگوں صورت حال مزید گہرائی وگیرائی کے حامل وافر کام کی متقاضی ہے۔ (ڈاکٹر اسعد زمان)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

تذکرہ ومختصر تعارف

مفتی عبدالصمد ساجد
جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا

''اہلِ بیت'' کا معنی ہے: گھر والے، جیسے کہا جاتا ہے: ''اہلِ مکہ'' مکہ والے، ''اہلِ علم'' علم والے، گھر والوں میں سب سے پہلے بیویاں آتی ہیں، اس لیے اہلِ بیت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی پاک بیویاں (ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن) داخل ہیں، سورۂ احزاب کی آیتِ تطہیر ''إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ'' بھی ازواجِ پیغمبر رضی اللہ عنہن کے حق میں اُتری، جیسا کہ آگے پیچھے کی تمام آیات سے واضح ہے۔ (روح المعانی)

صحابیِ رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''نساءُہٗ من أهل بيته'' کہ ''نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے اہل بیت ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۵۰۲۔ کنز العمال، ج:۱۱،ص:۵۸۶)

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''وهٰذا نص في دخول أزواج النبي صلى الله عليه وسلم في أهل البيتؓ هاهنا.'' (تفسیر ابن کثیر)

''یہ آیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اہل بیت میں داخل ہونے پر نص ہے۔''

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ آگے پیچھے سارا ذکر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا چل رہا ہے، اس لیے وہ تو اہلِ بیتؓ میں براہِ راست داخل ہیں، لیکن الفاظ کے عموم میں آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیاں اور ان کی اولاد بھی داخل ہیں۔'' (آسان ترجمہ قرآن، تفسیر آیۂ تطہیر)

البتہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بچوں کو بھی چادر میں لے کر اہلِ بیتؓ کی اس تطہیر وتقدُّس میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شامل فرمایا، چنانچہ درج ذیل روایت ملاحظہ فرمائیں:

''عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: خَرَجَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم غَدَاةً وَ عَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ. فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رضي الله عنهما فَاَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ رضي الله عنه فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رضي الله عنها فَاَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ رضي الله عنه فَاَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: ''إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا'' (الاحزاب:۳۳) (صحیح مسلم)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اُس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ چادر میں داخل ہوگئے، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کردے اور تم کو (گناہوں سے) خوب پاک وصاف کردے۔''

''عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ رضي الله عنه قَالَ: لَـمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ)، (آل عمران، :٦١)، دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا فَقَالَ: اللّٰهُمَّ، هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ.''

(صحیح مسلم، جامع ترمذی)

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی، یعنی: ''آپ فرمادیں: آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔'' تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔''

اس حدیث کو''حدیثِ کساء'' کہا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر (کساء) میں حضرت علی المرتضیٰ کرّمَ اللہ وَجْہَہٗ کو بھی لیا اور اہلِ بیت میں داخل فرمایا، کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں کے حکم میں ہیں، ان کی پرورش آغوشِ نبوت میں ہوئی، چنانچہ نصاریٰ نجران کے خلاف مباہلہ میں بھی اُن کو لے گئے۔ آیتِ مباہلہ میں ''أَبْنَاءَنَا'' کے الفاظ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ داخل وشامل ہیں، جیسا کہ معارف القرآن میں حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۔

اہلِ بیت کی تیسری قسم وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعزازی طور پر اپنے اہلِ بیت میں شامل فرمایا، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

’’سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ . ‘‘ (مستدرک حاکم) ’’سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں ۔‘‘

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیت اطہار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں، آپ کی اولاد (تین بیٹے اور چار بیٹیاں) اور اولاد کی اولاد (پانچ نواسے اور تین نواسیاں) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ اور دیگر وہ شخصیات شامل ہیں، جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل فرمایا۔ اہلِ بیت کا لفظ بولتے ہی ہمارا ذہن جو صرف خاندانِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف جاتا ہے، یہ شیعی تأثر معلوم ہوتا ہے اور غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ شیعہ شنیعہ کے نزدیک اہل بیت صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے لوگ ہیں، اسی لیے انہوں نے پنجتن پاک کا نعرہ لگایا، هدانا الله إلى الصراط المستقيم.

محبتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

’’عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: اَحِبُّوْا اللهَ لِـمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ، وَاَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللهِ عزوجل وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ. ‘‘

(جامع ترمذی)

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میری محبت کی وجہ سے اہلِ بیتؓ سے محبت کرو۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے، جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہوگیا۔‘‘ (المعجم الکبیر للطبرانی)

’’عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفَى إِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ، فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ، صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. ‘‘ (سنن ابی داؤد)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ خوشی حاصل کرنا ہو کہ اس کے نامۂ اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے، جب وہ ہم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اہلِ بیت پر درود بھیجے تو اسے چاہیے کہ یوں کہے: اے اللہ! تو درود بھیج حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات امہات المومنین پر اور آپ ﷺ کی ذریت اور اہل بیت پر، جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر، بے شک تو بہت زیادہ تعریف کیا ہوا اور بزرگی والا رب ہے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.'' (صحیح بخاری: ۳۷۱۳)

''اہل بیتؓ کا اکرام وتعظیم کرکے نبی کریم ﷺ کا خیال اور لحاظ رکھو۔''

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لكل شيء أساس و أساس الإسلام حب أصحاب رسولِ الله صلى الله عليه وسلّم و حبّ أهل بيته.'' (کنز العمال)

''ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی اَساس و بنیاد نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت سے محبت کرنا ہے۔''

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک آنکھ اور اہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم دوسری آنکھ ہیں، ایک کو چھوڑ دیں تو بھی اپنا نقصان ہے اور اگر دوسری آنکھ کو چھوڑیں تو بھی اپنا نقصان ہے، نیز اگر کسی خوب صورت نقش نین والے شخص کی بھی ایک آنکھ خراب ہو جائے تو دوسری آنکھ کا حسن بھی ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

''راہ کی بات یہ ہے کہ ہم کو دونوں فریق (صحابہ کرام اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم) بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں، کس کو چھوڑیں؟ جس کو چھوڑیں اپنا ہی نقصان ہے، بلکہ جیسے کوئی حسین متناسب الاعضاء ہو کہ اس کی آنکھ ناک سب کی سب مناسب اور متناسب ہوں اور پھر اس کی ایک آنکھ بیٹھ جائے تو دوسری آنکھ کی زیب بھی جاتی رہے گی۔'' (ہدیۃ الشیعہ)

نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

❶ - حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آنحضرت ﷺ نے ۲۵ برس کی عمر میں مکہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں جو حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ ان کا نام خدیجہ اور لقب طاہرہ تھا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والد کا نام خویلد اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے سے قبل ان کا نکاح پہلے ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے ہوا تھا۔ ان کے بعد عتیق بن عابد مخزومی کے نکاح میں آئیں۔ ان کے انتقال کے بعد ۴۰ برس کی عمر میں حرمِ نبوت میں داخل ہوئیں اور ام المؤمنین کا شرف حاصل ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو نبوت ملی تو نبوت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت انہوں نے ہی حاصل کی۔ حضور ﷺ کے نکاح میں آنے کے بعد ۲۵ / برس تک زندہ رہیں۔ نبوت کے دسویں سال انتقال کیا۔

❷ -حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، جو قریش کے ایک قبیلے عامر بن لوی سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی پہلی شادی سکران بن عمرو سے ہوئی تھی، جن کا انتقال ہوگیا تو ۷ / رمضان (بعض روایات میں شوال) سن ۱۰ نبوی میں حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا۔ سخاوت و فیاضی ان کے نمایاں اوصاف تھے۔

❸ -حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کا نام زینب تھا، جن کی کنیت امِ رومان ہے۔ ان کا نام عائشہ، لقب صدیقہ اور کنیت ام عبد اللہ تھی۔ حضور ﷺ نے سن ۱۱ / نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ۱ / ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی۔ رخصتی کے وقت ان کی عمر نو برس تھی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نو برس گزارے۔ حضور ﷺ کے وصال کے ۴۸ سال بعد ۶۷ برس کی عمر رمضان المبارک ۵۸ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علمی حیثیت سے عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور صاحبِ علم ہونے کی بنا پر چند صحابہ کرامؓ پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ فتویٰ دیتی تھیں اور بے شمار احادیث ان سے مروی ہیں۔

❹ -حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھا۔ غزوۂ بدر میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا۔ ۴۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

⑤ - حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

اُم المساکین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے والد کا نام خزیمہ تھا۔ اُم المساکین کنیت تھی، فقراء اور مساکین کے ساتھ فیاضی کرتی تھیں، اس لیے اس کنیت سے مشہور ہوگئیں۔ پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا، لیکن صرف دو تین ماہ کے بعد ہی تیس (۳۰) سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

⑥ - حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی۔ پہلے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں دونوں اسلام لائے تھے۔ حبشہ اور مدینہ ہجرت بھی کی تھی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں زخمی ہوئے اور شہید ہوگئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ علمی اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا نمبر آتا تھا۔ بہت سی احادیث ان سے مروی ہیں۔ سن ۶۳ھ (واقعۂ حرہ کے سال) ۸۴ ربرس کی عمر میں انتقال ہوا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

⑦ - حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام زینب اور کنیت ام الحکم تھی۔ والد کا نام جحش بن رباب اور والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ اس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ کی دو بیوہ بھابیاں بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں تھیں۔ (ام حبیبہ جو عبیداللہ بن جحش کی بیوہ تھیں اور زینب بنت خزیمہ جو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں)۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، دونوں کے تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر مبارک قرآن مجید میں نام کے ساتھ آیا ہے اور آپ واحد صحابی رسول ہیں جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ ان کا انتقال ۲۰ھ ۵۳ رسال کی عمر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا۔

⑧ - حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسافع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بن صفوان (ذی شفر) سے ہوا تھا، جو ان کے قبیلے سے تھا، لیکن غزوۂ مریسیع میں قتل ہوگیا تو مسلمانوں کے ہاتھ آنے والے لونڈی وغلاموں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور مالِ غنیمت کی تقسیم میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم دے کر آزاد کرایا اور ان سے نکاح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بعد بنی مصطلق قبیلہ کے دیگر لونڈی غلام بھی آزاد کردیئے گئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۶۵ رسال کی عمر میں ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوا۔

⑨ - حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصل نام رملہ تھا۔ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ تھیں۔ والدہ صفیہ بنت العاص تھیں، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا اور مسلمان ہوئیں، حبشہ ہجرت بھی کی۔ عبیداللہ نے اسلام چھوڑ کر مسیحیت اختیار کرلی تو آپؓ نے اُس سے علیحدگی اختیار کرلی، پھر عبیداللہ کا انتقال بھی وہیں حبشہ میں ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ کو نکاح کے پیغام کے لیے بھیجا، نجاشی نے خود نکاح پڑھایا اور امِ حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ آگئیں۔ سن ۴۴ھ میں تہتر برس کی عمر میں اپنے بھائی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انتقال ہوا۔

⑩ - حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا

ان کا اصل نام زینب تھا، جو غزوۂ خیبر کے قیدیوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئی تھیں جو قبیلہ بنونضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں، ان کی ماں بھی رئیسِ قریظہ کی بیٹی تھیں۔ ان کی پہلی شادی مشکم القرظی سے ہوئی، اس سے طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں جو جنگ خیبر میں قتل ہوا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگ میں گرفتار ہوکر آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کرکے نکاح کیا۔ رمضان المبارک ۵۰ھ میں ۶۰ رسال کی عمر میں انتقال کیا۔

⑪ - حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح سے قبل مسعود بن عمیر ثقفی سے نکاح ہوا، ان سے علیحدگی کے بعد ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں آئیں، جن کی ۷ھ میں وفات ہوئی اور ۷ھ میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ عمرہ کے دوران مقامِ سرِف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور سفرِ عمرہ سے واپسی پر یہیں مقام سرِف پر رخصتی اور عروسی ہوئی، اور عجیب اتفاق کہ یہیں مقامِ سرف میں سن ۵۱ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں

❶ - سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، بعثتِ نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئیں، ان کا نکاح اپنے خالہ زاد حضرت ابوالعاص لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

۸ رہجری میں اکتیس سال کی عمر میں وفات پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی، خود قبر مبارک میں اُترے اور اپنی لختِ جگر کو حزن وملال کے ساتھ قبر میں اُتارا۔ (طبقات ابن سعد)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

❷ - سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سن ۲ ھ میں جب غزوۂ بدر ہوا، انہی دنوں میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہی کی دیکھ بھال کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعزازاً اُن کو بدریین میں شامل فرمایا اور غنائم سے حصہ بھی دیا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا ہوا، جس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔

❸ - سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سن ۳ ھ میں ان کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چھ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں، سن ۹ ھ میں رحلت فرمائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی، تدفین کے بعد قبر پر بیٹھے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

❹ - سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی، لاڈلی اور چہیتی صاحبزادی ہیں، نام فاطمہ اور لقب زہراء ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔'' اور فرمایا کہ: ''فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔'' (صحیح بخاری)

ان کا نکاح پندرہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں ذی الحجہ سن ۲ ھ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ ر رمضان المبارک سن ۱۱ ھ میں وفات پائی۔ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پڑھائی اور بعض روایات کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ بچے ہوئے، تین بیٹے: حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم۔ دو بیٹیاں: سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے:

❶ - حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

ان کو طیب اور طاہر بھی کہتے ہیں۔ بچپن میں انتقال کر گئے۔

❷ - حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

انہی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ بچپن میں وفات پا گئے۔

❸ - حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی، صرف حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸ھ میں ہوئی، مدینہ منورہ کے قریب مقامِ عالیہ کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے، اس لیے مقامِ عالیہ کا دوسرا نام مشربۂ ابراہیم بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ نے مقامِ عالیہ سے مدینہ آکر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا، ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرادیا اور ابراہیم نام رکھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''میں نے اپنے اہل وعیال پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی کو شفیق نہیں پایا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ عوالیِ مدینہ میں دودھ پیتے بچے تھے، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں ملنے جایا کرتے تھے، ہم بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہوتے، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اس گھر میں داخل ہوتے تو وہ دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا، (کیونکہ خاتونِ خانہ کا شوہر لوہار تھا) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں پکڑ کر پیار کرتے اور کچھ دیر بعد واپس آجاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں میں سب سے زیادہ عمر انہوں نے پائی، تقریباً ڈیڑھ پونے دوسال کی عمر میں وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ (اسدالغابہ، ج:۱،ص:۴۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نبی کریم ﷺ کے پانچ نواسے

❶ - حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما

جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، سن ۳ھ میں پیدا ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ان کا نام حسن رکھا، ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا، ان کے بال مونڈوائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔ صحابیِ رسول، آنحضرت ﷺ کے لاڈلے نواسے، جنتی جوانوں کے سردار، گلشنِ نبوت کے گلِ سرسبد اور نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھے۔ (اسد الغابہ)

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی گود جب سبطِ رسول خوشبوئے نبوت سے مہکی تو آنحضرت رسولِ خدا ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لائے، نومولود کو اپنے دستِ مبارک میں اُٹھایا، گھٹی دی، لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور خوب صورت نام ''حسن'' رکھا۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔ (الاستیعاب، اسد الغابہ)

آپ کا اسم سامی حسن، کنیت ابوعبداللہ اور ''سيد شباب أهل الجنة'' (اہلِ جنت کے سردار) اور ''ريحانة النبي'' (نبی کریم ﷺ کے خوشبودار پھول/خوشبوئے نبوت) لسانِ نبوت سے ملے ہوئے القاب ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ''خامس أهل الكساء'' ہیں، یعنی ان پانچ مبارک شخصیات میں سے ہیں، آیتِ تطہیر اُترنے کے بعد جن کو رسول اللہ ﷺ نے آیتِ تطہیر کے مصداق میں داخل اور شامل فرمایا۔ (اسد الغابہ، ج:۱، ص:۴۹۶)

''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک بار سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو پیار سے اُن کو کندھوں پر اُٹھالیا اور فرمایا کہ: حسن نبی کریم ﷺ کے مشابہ ہیں، علی (رضی اللہ عنہ) کے مشابہ نہیں ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر او رسن کر ہنس رہے تھے۔'' (صحیح البخاری، رقم:۳۵۴۲، ۳۷۵۰)

رمضان المبارک سن ۴۰ھ میں خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تقریباً چھ ماہ بعد کاتبِ وحی سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اپنے ساتھیوں کو بھی حکم ارشاد فرمایا کہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، یوں آپ کی بدولت اُمت کے دو منتشر گروہ جمع ہوگئے، اسلامی اتحاد کی ایک مضبوط شکل قائم ہوئی، اُمت کا بکھرا شیرازہ مجتمع ہوگیا، تمام امت ایک امیر اور امام عادل سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امر کے تحت جمع ہوگئی اور اس سال کو ''عام الجماعة'' (اتحاد و اتفاق کا سال) قرار دیا گیا۔ صلح کے بعد سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں حضرات سواری پر بیٹھ کر کوفہ میں داخل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ، سیر اعلام النبلاء)

یہ دراصل نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہوئی جو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمائی تھی:

''إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ اَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.'' (صحیح البخاری، رقم: ۲۷۰۴، ۳۷۴۶، ۳۷۴۶)

''میرا یہ سردار بیٹا مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔''

مشہور قول کے مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ربیع الاول ۴۹ھ میں ۴۶ سال کی عمر میں ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں: حسن (حسن مثنیٰ)، زید، عمر، قاسم، عبداللہ، ابوبکر، عبدالرحمٰن، حسین، طلحہ۔ پانچ بیٹیوں کے نام: فاطمہ، رقیہ، اُم سلمہ، ام عبداللہ، ام الخیر ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین

عمرؒ، قاسمؒ اور عبداللہؒ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

❷ - حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے ہیں، آپ صحابیِ رسول، نواسۂ رسول، باغِ نبوت کے مہکتے پھول، جنتی جوانوں کے سردار اور شہیدِ کربلا ہیں، شکل وصورت میں اپنے والد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے اور بدن مبارک حضرت رسولِ خدا ﷺ کے بدن کے مشابہ تھا۔ (جامع الترمذی، رقم: ۳۷۷۹، البدایۃ والنہایۃ، اسد الغابۃ)

آپ کا اسم سامی حسین، کنیت ابوعبداللہ اور ''سيد شباب أهل الجنة'' (اہلِ جنت کے سردار) اور ''ريحانة النبي'' (نبی کریم ﷺ کے خوشبودار پھول/خوشبوئے نبوت) لسانِ نبوت سے ملے ہوئے القاب ہیں۔ آپ کی تاریخِ پیدائش میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں، مشہور قول ۴ ہجری ہے۔ جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود جب سبطِ رسول خوشبوئے نبوت سے مہکی تو آنحضرت رسولِ خدا ﷺ بنفس نفیس تشریف لائے، نومولود کو اپنے دستِ مبارک میں اُٹھایا، گھٹی دی، لعابِ دہن منہ میں ڈالا اور خوب صورت نام ''حسین'' رکھا۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی اور ساتویں روز عقیقہ کیا۔ (مستدرکِ حاکم، رقم: ۴۸۲۷۔ المعجم الکبیر: ۹۲۶۔ ابن کثیر، ج: ۸، ص: ۱۶۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ''خامس أهل الكساء'' ہیں، یعنی ان پانچ مبارک شخصیات میں سے ہیں، جن کو آیتِ تطہیر اُترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آیتِ تطہیر کے مصداق میں داخل اور شامل فرمایا۔ (اسد الغابہ، ج: ۱، ص: ۴۹۶)

مؤرخ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم آپ کی تکریم وتعظیم کیا کرتے تھے، (باوجودیکہ اس وقت تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ صغیر السن تھے، مگر یہ جاں نثارانِ رسول قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیوں کر لحاظ نہ کرتے؟) پھر آپؓ اپنے والد گرامی قدر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی، مشاجرۂ جمل اور صفین میں بھی شرکت کی، والد ماجد کی بہت توقیر کرتے تھے، ان کی شہادت تک اطاعت گزاری کی، پھر مصالحتِ سیدنا حسن با سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کو بھی تسلیم کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں صاحبزادوں رضی اللہ عنہما کا خصوصی اکرام کرتے، انہیں خوش آمدید اور مرحبا کہتے، عطایا دیتے، دو لاکھ درہم تک ان کی خدمت میں پیش کرتے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہر سال وفد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُن کی خوب خدمت اور عزت کرتے۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہونے والے غزوۂ قسطنطنیہ میں بھی آپ شریک تھے۔''

(البدایۃ والنہایۃ، ج:۸، ص:۱۶۲)

آپ کی ازواجِ طاہرات علیہن الرحمۃ والرضوان میں لیلیٰ، حباب، حرار اور غزالہ شامل ہیں۔

اولاد درج ذیل ہے: صاحبزادیوں میں سُکینہ، فاطمہ اور زینب۔ (سیر الصحابہؓ) بیٹوں میں: علی اکبر، علی اصغر، زید، ابراہیم، محمد، حمزہ، ابوبکر، جعفر، عمر، یزید۔ رحمہم اللہ اجمعین (تاریخ الائمہ، ص:۸۳)

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک اور دردناک واقعہ ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ یزید کے دورِ جور و جفا میں پیش آیا۔

❸ - حضرت محسن بن علی رضی اللہ عنہما

سیدنا حضرت محسن رضی اللہ عنہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، آپ صحابیِ رسول، نواسۂ رسول اور باغِ نبوت کے مہکتے پھول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے اپنے تین بیٹوں کا نام ''حرب'' رکھتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر بالترتیب حسن، حسین اور محسّن نام رکھا اور فرمایا کہ: میں نے ان کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں شبیر، شبر اور مشبر کے ناموں پر رکھے ہیں۔ (المستدرک علی الصحیحین، رقم:۴۷۷۳، اسد الغابہ، ج:۱، ص:۴۹۶) یہ بچپن میں وفات پا گئے تھے۔

❹ - حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما

آپ کا اسم گرامی علی تھا۔ آپ حضرت ابوالعاص لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ زینب بنت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہما کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھائی تھے، قبیلہ بنی غاضرہ کی ایک عورت کا دودھ پیا تھا۔

رضاعت کی مدت پوری ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہما کو اپنے زیرِ کفالت لے لیا تھا، ان کے باپ ابوالعاص بن ربیع اس وقت مکہ میں مقیم تھے اور اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ابوالعاص بن ربیع جب غزوۂ بدر میں گرفتار ہوئے تو اس شرط پر رہا ہوئے کہ وہ اپنی بیوی کو مدینہ بھیج دیں گے، چنانچہ انہوں نے رہائی کے بعد زینبؓ بنت رسول اللہ (ﷺ) اور ان کے دونوں بچوں (علیؓ بن ابوالعاص اور امامہؓ بنت ابوالعاص) کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے کی تربیت اور پرورش خود فرمائی۔ (الاستیعاب)

رسول اللہ ﷺ فتحِ مکہ کے روز شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے تو اپنے پیچھے اپنی سواری پر علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو سوار کیا تھا، یوں آپؓ کو ردیفِ پیغمبر اور ہم رکابِ رسول (ﷺ) ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب)

علی بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں بلوغت کے قریب پہنچ کر وفات پائی۔ البتہ ابن عساکرؒ نے بعض اہلِ علم کا قول نقل کیا ہے کہ جنگِ یرموک کے موقع پر شہید ہوئے۔

5 - حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما

نواسۂ رسول سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت نبی کریم ﷺ کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ انہی کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، بچپن میں چھ سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی نواسیاں

نبی کریم ﷺ کی تین نواسیاں ہیں:

1 - سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

یہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح اپنے چچا زاد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما سے ہوا، یہ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدانِ کربلا میں تھیں، تمام مصائب نہایت صبرو استقلال سے برداشت کیے، ان کے بیٹے حضرت عدی رحمۃ اللہ علیہ بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

2 - سیدہ امِ کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

حضرت فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی لختِ جگر ہیں، نبی کریم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ہوا، چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر ہوا، اسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دامادِ علیؓ کہا جاتا ہے، ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو بچے ہوئے، زید اکبراور رقیہ۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے زید کا انتقال ایک وقت میں ہوا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ کی امامت کے لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آگے کیا۔

❸ - سیدہ اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابوالعاص لقیط بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے، ان کو کندھوں پرسوار کرکے نماز ادا فرماتے تھے، جب سجدہ کرتے تو اُتار دیتے، قیام میں پھر اُٹھا لیتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہار بطور ہدیہ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے گھر والوں میں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگا، میں اسے یہ ہار دوں گا، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا خیال تھا کہ یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئے گا، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی نواسی سیدہ اُمامہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اپنے دستِ مبارک سے وہ ہار اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ سیدہ امامہؓ کی آنکھ میں کچھ لگا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے صاف کیا۔ نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں چاندی کی انگوٹھی بھیجی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ (الاصابہ، الاستیعاب)

یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہیں، اہلِ ایمان کی آنکھوں کے تارے، دل کا سرور، ایمان کا مرکز ومحور، سفینۂ نجات، محبت کا مرجع ہیں، مودت وعقیدت ان سے واجب اور اتباع ان کی ضروری ہے، تعظیم وتوقیر ناگزیر اور اکرام واحترام لازم ہے، یہ سب تسلیم ورضا اور صبر واستقلال کے کوہِ گراں تھے، ان کی زندگی کا مقصدِ وحید رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ جینا اور مرنا فقط منشائے الٰہی کے مطابق و موافق تھا، حق کے لیے ڈٹ جانا اور باطل سے لڑ جانا ان کا وصفِ ممتاز تھا، وہ دنیا وآخرت میں سرخرو ٹھہرے، نجات وہدایت کی تمام راہیں انہی سے کھلتی ہیں اور انہی پر بند ہوجاتی ہیں۔

اسلامِ ما اطاعتِ خلفائے راشدینؓ
ایمانِ ما حُبِ آلِ محمدؐ است

.....❁.....❁.....❁.....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عربی زبان سیکھنے کے اہم اصول وضوابط

مولانا ارشاد احمد سالارزئی
استاذِ جامعہ

(پہلی قسط)

عربی زبان کی دو حیثیتیں ہیں: پہلی حیثیت: تو یہ کہ عربی زبان قرآن وسنت کی زبان ہے، اور اس میں مسلمانوں کی دینی اصطلاحات والفاظ کا بیان ہے، اسے سمجھے بغیر اسلام کے نظام واحکام کو سمجھنا اور اس کے ساڑھے چودہ سو سال پر محیط عظیم تاریخی ذخیرہ سے استفادہ کرنا مشکل ہے۔ یہ حیثیت اہم ترین اور مسلمانوں کی اس زبان سے وابستگی اور دلچسپی کی اصل وجہ ہے، اور اس کی وجہ سے ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسے بے تکلف اور صحیح طور پر سمجھتے اور پڑھ سکتے ہوں۔ دوسری حیثیت: یہ ہے کہ عربی زبان ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اسلامی تاریخ کے ہر دور میں ایک زندہ زبان رہی ہے، اور فی زمانہ بھی ایک زندہ، ترقی یافتہ زبان ہے جو کہ اظہارِ خیال کی پوری صلاحیت رکھتی ہے، اور قرآن کریم کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے، اس حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس سے ایک مضبوط اور عملی تعلق ہو، اس میں بے تکلفی سے تقریر وتحریر کر سکتے ہوں، حتیٰ کہ وہ عام لوگوں کی مجالس کی زبان ہو، بڑی عجیب اور ناقابلِ فہم بات ہے کہ کوئی فرد یا جماعت اپنی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ اور ذہنی صلاحیتیں ان علوم کے پڑھنے پڑھانے میں صرف کرے جو عربی زبان میں لکھی گئی ہیں، لیکن اس زبان میں عام گفتگو کرنے سے بالکل معذور اور قاصر ہو، زبان فہمی کا یہ عجیب وغریب سلسلہ صرف ہمارے ہاں برصغیر پاک وہند کی خصوصیت ہے، جو کہیں اور نہیں پائی جاتی۔

اس کمزوری کی اصل وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کو کبھی بطور زبان پڑھنے پڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی، بلکہ اسے ایک کتابی فن کی نظر سے دیکھا گیا اور صرف کتاب فہمی تک محدود رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی عملی مشق اور تحریر وانشاء کی طرف توجہ نہیں دی گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے مدارس کے فضلاء عربی زبان میں چند سطریں لکھنے یا چند منٹ گفتگو کرنے پر قادر نہیں ہوتے، خصوصاً جب کہ یہ تحریر یا گفتگو عام زندگی یا روزمرہ کی ضرورت سے متعلق ہو اور خالص دینی یا علمی بحث میں محدود نہ ہو، یہ کمی پہلے اہلِ نظر کو محسوس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتی تھی، لیکن اب جب کہ عربی ممالک کے علماء وفضلاء سے اختلاط وروابط بڑھنے لگے اور دینی خدمات کا میدان زیادہ وسیع ہوگیا ہے، یہ کمی زیادہ شدت سے محسوس کی جانے لگی ہے، جس کے پیشِ نظر مختلف مناہج ونصابوں کو مرتب کیا گیا، تاکہ جدید دور کی اشیاء کے استعمال اور ان کے ناموں کی پہچان کرائی جاسکے۔

اسی طرح عربی زبان کے سیکھنے کے بھی دو اہم پہلو ہیں، جن میں سے ہر پہلو اہمیت کا حامل اور تفصیل طلب ہے، لہٰذا ہم یہاں دونوں پہلوؤں پر تفصیلی اصول اور کچھ ضوابط ذکر کریں گے، تاکہ شائقینِ عربی زبان اور طالب علموں کو اس کے سیکھنے میں آسانی اور رہنمائی مل سکے۔

عربی زبان سیکھنے کا پہلا مرحلہ

عربی زبان سیکھنے کی اولین سطح یہ ہے کہ آدمی عربی زبان کے صرف ونحو کے قواعد وضوابط اچھی طرح جان لے، عبارت کی تمام خوبیوں اور خرابیوں سے واقف ہو، اس کی ہر مشکل گرہ کھولنے پر قادر ہو اور نتیجتاً اس کے مطالب ومعانی کو خوب سمجھ سکے اور غلط کو خود ہی درست کرسکے، کوئی غلط فہم شخص اُسے کسی عبارت کا غلط مطلب مان لینے پر مجبور نہ کرسکے، اگرچہ وہ عربی کو لکھ اور بول نہ سکے اور اس مرحلے کا تعلق مشق واجراء سے ہے، قواعدِ نحو وصرف پر جتنی مضبوط گرفت اور تطبیق واجراء ہوگا، اتنا ہی اس مرحلے میں پختگی ہوگی، اس مرحلے کی عربی جاننا ہر اس طالب علم کے لیے ناگزیر ہے جو دینی علوم کا حصول چاہتا ہو، اس لیے کہ اس کے بغیر نہ تو وہ کسی عبارت کو سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی مطلب تک اس کی رسائی ہوسکتی ہے، اور اگر کوئی کم علم یا کم فہم یا بدفہم اسے کسی عبارت کا غلط مطلب سمجھادے تو اس کی غلطی کو بھی معلوم نہیں کرسکتا، کیونکہ عبارت فہمی ہی واحد ذریعہ ہے جس سے انسان کسی عبارت کے غلط یا صحیح مطلب میں امتیاز کرسکتا ہے، کسی بھی طالب علم کی ننانوے فیصد کامیابی یہی ہے کہ وہ عبارت کو اس حد تک ضرور سمجھ لے۔ اس کے بغیر دینی تعلیم کا حصول، کتاب وسنت کا فہم اور علومِ شرعیہ کا اکتساب محض ایک خواب ہی ہے، جس کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔

عربی زبان سیکھنے کا دوسرا مرحلہ

عربی زبان سیکھنے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ انسان کو آزادانہ طور پر عربی زبان میں کچھ تحریر کرنے اور لکھنے پر عبور حاصل ہو اور بلا جھجک اپنے ما فی الضمیر کو اوراق پر قلمبند کرسکے۔ اس سلسلے میں ماضی پر نظر دوڑائی جائے تو کافی حد تک کوتاہی برتی گئی ہے، لیکن اب مسئلہ مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے حال کا ہے۔ کچھ عرصہ سے تمام باطل تحریکوں اور نظریات نے، نیز مسلمانوں کی طرف منسوب بعض خطرناک تصورات کی حامل جماعتوں اور فرقوں نے عربی زبان پر قبضہ جمارکھا ہے۔ یہ فرقے اسلام پر اور مسلمانوں کی راہِ اعتدال پر قائم جماعت پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور مسلمہ قواعد واصول اور اکابرِ امت کی عظمت کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تمام عمارتوں کو مسمار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ زبان اس وقت بطورِ خاص ایک ترقی یافتہ ہتھیار بن چکی ہے۔ اس وقت کی تحریکیں دیگر وسائل کے ساتھ بڑے بڑے معرکے زبان، لٹریچر اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہی سر کرتی رہی ہیں۔ ہمارے ہاں اس سلسلے میں بڑی حد تک کوتاہی برتی گئی ہے اور اس حوالے سے جس احساس اور احساس کے بعد جس فکر وعمل کی ضرورت ہے، وہ یکسر مفقود ہے۔

عربی زبان کے حصول کی چند اہم ہدایات

دیکھیے! زبان کے حصول کی کچھ چیزیں اتنی اہم ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کے اندر بھی غفلت برتی جائے تو گویا کہ اس زبان کے حصول کی کوشش ناقص اور کافی حد تک بے نتیجہ رہ جاتی ہے۔ ہم یہاں ان چیزوں کو بطور ہدایات قدرے تفصیل سے بیان کریں گے، تاکہ بات پوری واضح ہوسکے۔

پہلی ہدایت: تکلم اور گفتگو میں مہارت کا طریقہ

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ زبان کو بولنے، اپنی عام گفتگو میں جاری کرنے، نیز تقریر کرنے اور اپنے مافی الضمیر کو زبانی طور پر اس میں ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے، یعنی یہ کہ زبان کو ''نطقاً'' حاصل کیا جائے، اگر ہمیشہ، ہر وقت اور ہر جگہ اپنی گفتگو اسی زبان میں کی جائے تو بولنا آسان ہوجاتا ہے۔ اگر کم بولا جائے اور اس سلسلے میں شرم محسوس کی جائے کہ لوگ ہنسیں گے، مذاق اُڑائیں گے تو پھر عربی زبان کو نطقاً حاصل کرنا یکسر مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے۔

دوسری ہدایت: تحریر سیکھنے کا طریقہ کار

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی زبان کو کما حقہ سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے ''کتابتاً'' بھی حاصل کرلیا جائے، بلکہ ''کتابتاً'' حاصل کرنا ''نطقاً'' اور ''خطابتاً'' سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے، اس لیے کہ تقریر اور گفتگو کا فائدہ عموماً وقتی ہوا کرتا ہے، جبکہ تحریر کا فائدہ دیرپا اور دوررس ہوا کرتا ہے۔ گفتگو کرنے والے کی گفتگو اور مقرر کی تقریر، خواہ وہ مقرر کتنا ہی لسّان اور قادر الکلام ہو، اس کے دنیا سے جانے کے بعد بعض اوقات اس کی زندگی میں ہی ختم ہوجاتی ہے، لیکن اہلِ قلم کا مضمون اور مؤلف کی تالیفات بعض دفعہ صدیوں بلکہ ہمیشہ باقی رہتی ہیں۔ اس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، جیسے درس نظامی وغیرہ کی کتابیں درس میں پڑھتے ہیں یا مطالعہ کرتے ہیں، ان کے لکھنے والے صدیوں پہلے اس جہانِ فانی سے کوچ کرچکے ہیں، لیکن ان کی نگارشات اور رشحاتِ قلم سے ہم جیسے طالب علم فیض یاب ہورہے ہیں اور ان کے لیے دل وزبان سے دعا کرنے کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہرحال تحریر وتقریر دونوں کی صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہے، البتہ تحریر پر توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے۔ اس میں یہ بات یاد رہے کہ زبان کو بولنے کی حد تک حاصل کرنا آسان ہے اور بہت تھوڑے ہی عرصے کا کام ہے؛ لیکن کتابت وتحریر قدرے محنت طلب، صبر آزما اور بامشقت کام ہے جو کہ نفس پر سخت بھاری پڑتا ہے۔ اس کے برعکس نطق چند ماہ کی محنت سے سیکھا جاسکتا ہے اور اس کے لیے تو قواعد جاننے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، صَرف ونحو کے بغیر بھی لوگ عربی زبان بول لیتے ہیں، اگر چہ ہم عجمیوں کے لیے ذرا مشکل بھی ہے، لیکن اس کے باوجود اگر کسی کو ماحول مل جائے یا عربوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع مل جائے تو زیادہ مشکل نہیں ہوتی۔

آج کل ساری دنیا کے عجم معاش کی تلاش میں عرب ممالک کا رُخ کررہے ہیں اور بالکل اَن پڑھ لوگ بھی وہاں چند سال گزارنے کے بعد غلط سلط ہی سہی، لیکن رواں دواں عربی بولنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ وہاں کی مقامی زبان کو تو پڑھے لکھے لوگوں سے بھی اچھی بولنے لگتے ہیں۔ خلاصہ اس تفصیل کا یہ ہوا کہ کسی بھی زبان کو صرف بولنے کے دائرے میں سیکھنا آسان ہے، جبکہ تحریر کے لیے زبان کے قواعد وآداب کی رعایت رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تیسری ہدایت: کثرتِ مشق اور قدیم نگارشات سے وابستگی

زبان پر کماحقہ عبور حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس زبان میں کثرتِ مشق اور قدیم نگارشات سے گہری وابستگی، مسلسل لکھتے رہنا، اساتذۂ ادب اور ان کی رشحاتِ قلم سے واقفیت کے ساتھ ساتھ گہرا مطالعہ اور استفادہ کرنا۔ جس زبان کو بھی سیکھا جائے اُس میں مختلف مصنفین کی کتابیں پڑھنا، ان کا اسلوبِ بیان سمجھنا بہت ضروری امر ہے جس کے بغیر تحریر میں عمدگی اور کلام کی شائستگی کا حصول محال کے درجے میں ہے۔ کسی لکھاری کی تحریر میں ایسی عمدگی اور خاص قسم کا طرزِ سخن پیدا ہونا کہ قاری جب مضمون یا کتاب کو ہاتھ میں لے تو اُسے اول سے آخر تک پڑھے بغیر چین نہ آئے۔ اس درجہ کا حصول تب ممکن ہوگا جب ترتیب، تقدیم وتاخیر، بوقتِ ضرورت تفصیل واختصار، سہولت، سلاست، شیرینی، ادائے پرکشش، ایک خاص قسم کا اُتار چڑھاؤ، موضوع کی مناسبت سے الفاظ کا انتخاب اور دیگر محاسن وعناصرِ تحریری کی رعایت کی گئی ہو، اس کے بعد ہی کسی تحریر کو صحیح معنوں میں تحریر کہا جاسکتا ہے۔ ان عناصر سے خالی نگارشات کو صرف معتقدین یا متعلقہ افراد جن کے لیے اُن کا پڑھنا اور اُن سے فائدہ اُٹھانا ناگزیر ہوتا ہے، پڑھتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر قارئین اُنھیں ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ **(جاری ہے)**

.....❁.....❁.....❁.....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت مولانا قاری محمد علی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جناب حسن خلیل مدنی

سرزمینِ سندھ بڑی مردُم خیز ہے، اس کی کوکھ سے بے شمار عظیم شخصیات نے جنم لیا، جنہوں نے خطے میں علم و دانش کا وہ دِیپ جلایا، جس کی روشنی سے علم و عرفان کی کرنین پھوٹیں، انہی میں سے ایک حامِل القرآن، المتوکل علی اللہ، امام القرّاء حضرت مولانا سائیں قاری محمد علی مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں، جن کی ولادت باسعادت تحصیل خیر پور میں دریائے سندھ کے ساحل پر واقع پُھلّو نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔

حضرت مولانا قاری محمد علی مدنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سال کے تھے تو آنکھوں کی بینائی اللہ تعالیٰ نے واپس لے لی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے سے حاصل کی، بچپن سے ہی آپ کے سینے میں مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کی تڑپ تھی۔ کچھ سالوں کے بعد بالآخر آپ کا مدینہ منورہ جانے کا خواب مکمل ہوا۔ ۱۹۵۲ء میں ۱۳/سال کی عمر میں آپ نے مدینہ منورہ کی طرف پیدل سفر کا آغاز کیا، اس سفر کے دوران بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کبھی قافلہ ملتا تو کبھی تنِ تنہا، کبھی جنگلات و پہاڑ تو کبھی صحرا بیابان، لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے یہ مشکل سفر ۱۰/ماہ میں مکمل ہوا۔

آپ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں کچھ ایام گزارنے کے بعد باب السلام کے بالکل متصل قائم مدرسہ تحفیظ القرآن میں فضیلۃ الشیخ المقرئ السّید عباس انعام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علمِ تجوید کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں روضۂ اقدس کے سائے تلے استاذ الاساتذہ فضیلۃ الشیخ حسن بن ابراہیم الشاعر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قراءتِ عشرہ کا علم حاصل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا۔ آپ نے علم قراءتِ عشرہ کے ساتھ ساتھ علم الاوقاف، علم رسم الخط، علم النّحو اور حدیث وتفسیر کے علوم کی تکمیل فرمائی۔

آپ کی علماء دیوبند سے رفاقت مدینہ منورہ میں ہی آپ کے استاذ فضیلۃ الشیخ المقرئ السّید عباس انعام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے توسُّط سے ہوئی، علماء دیوبند میں سے امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مجاہدِ ملّت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، شیخ المنطق والفلسفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ (دیوبند)، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، ودیگر اکابرین سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

فراغت کے بعد آپ نے وہیں حرمِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں پڑھانا شروع کیا، جہاں آپ کے پاس سعودی عرب کے مقامی لوگوں کے ساتھ ساتھ پاکستان، مصر اور مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والوں نے تعلیم حاصل کی۔ ایامِ حج کے موقع پر ہندوستان اور پاکستان سے آئے ہوئے علماء آپ کے پاس تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ۱۹۶۴ء میں پاکستان تشریف لائے، پاکستان تشریف لانے کے بعد شکارپور سندھ میں واقع مدرسہ عربیہ اشرفیہ میں ۶ رسال پڑھایا، اس کے بعد ۱۹۷۱ء میں شکارپور میں ہی دارالقراءات نام سے مدرسہ قائم کیا۔ جب طلباء کی تعداد زیادہ بڑھ گئی، اور مدرسہ دارالقراءات کی تعمیرات ناکافی ہوگئیں تو آپ کو ایک وسیع مدرسہ قائم کرنے کا خیال آیا، اس لیے آپؒ نے ۲۰۰۳ء میں شکارپور میں ہی ایک عالیشان مدرسہ تعمیر کروایا، جس کا سنگِ بنیاد بدستِ قائدِ جمعیت (حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ) رکھا گیا، اور اس مدرسہ کا نام جامعہ مدنیہ تجویز کیا گیا۔

حضرت مولانا قاری محمد علی مدنی صاحب نوراللہ مرقدہ کا نکاح اپنے چچا کی بیٹی سے ہوا، جن سے دو بیٹے قاری مجیب الرحمٰن مدنی، قاری الطاف الرحمٰن مدنی اور ایک بیٹی ہوئیں۔ آپ جسمانی صفتوں کے اعتبار سے اچھے درمیانہ قد کے تھے، پیشانی چوڑی، گندمی رنگ، اور ہنس مکھ چہرے کے مالک تھے، فطری باوقار اور ظرافت کے حامل تھے۔

حضرت مولانا سائیں قاری محمد علی مدنی صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے مسلسل ۶۰ رسال بےلوث اور بےنظیر خدمات سرانجام دیں، آپ کے طلباء صرف پاکستان میں نہیں، بلکہ دنیا کے کونے کونے میں علم دین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت قاری صاحبؒ کے امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے کئی برس تک جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے دارالحدیث میں وہاں کے مشائخ، طلبہ اور کثیر تعداد عوام الناس کو دس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ تراویح میں قرآن کریم سنایا۔

۵/جولائی ۲۰۲۲ء مطابق ۵/ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ بروز منگل دوپہر ۱/بجے کے قریب بالآخر دستورِ خداوندی کے مطابق علم وعمل اور زہد وتقویٰ کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے آپ کے جانشین مولانا قاری مجیب الرحمٰن مدنی کی امامت میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، اور آپ کی تدفین آپ کی درسگاہ جامعہ مدنیہ شکارپور میں عمل میں آئی۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی پسماندگان میں بڑے بڑے نامور علماء اور قراء بھی شامل ہیں، جن کی تعداد شاید ہزاروں تک پہنچتی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے جملہ شاگردوں کو ان کا بہترین صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے نقشِ قدم پر قرآن کی اشاعت وخدمت کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہمیں بھی حضرت کے علوم ومعارف کا کچھ حصہ نصیب فرمائے، اوران کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسلام میں ذات پات کی حیثیت!

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

خان، انصاری، شیخ، ان سب ذاتوں کی اسلام میں کیا کوئی اہمیت ہے؟ اپنی ذات کو اعلیٰ شمار کرنا اور دوسری ذات کو حقیر جاننا یہ کیسا ہے؟

مستفتی: ارشد علی

الجواب حامدًا و مصليًا

واضح رہے کہ ایک شرعی فضیلت ہے اور ایک عرفی فضیلت ہے۔ شرعی فضیلت کا مدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف تقویٰ پر ہے، جبکہ عرف میں مختلف طبقات کے دنیوی معیشت و معاشرت میں مختلف درجات ہیں، جن کا لحاظ شریعتِ مطہرہ نے بطورِ عرفی فضیلت کے رکھا ہے، مثلاً عرب وعجم کی تقسیم، صنعتوں اور پیشوں میں تفاوت، وغیرہ۔ اسی عرفی فضیلت میں سے قبائل میں انساب کی تقسیم ہے جو اللہ کی ایک نعمت ہے۔ اسی کے ذریعہ آدمی اپنا نشان اور پتہ پوری طرح دے سکتا ہے، اسی کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی کے حقوق ادا کرسکتا ہے، اسی کے ذریعہ تقسیمِ میراث میں حقدار کو حق پہنچ سکتا ہے، لہٰذا جس شخص کو یہ فضیلت حاصل ہو اسے چاہیے کہ اس کے حقوق ادا کرے، اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرے، اپنے معاملات درست رکھے، شرعی فضیلت یعنی تقویٰ کو اصلی فضیلت سمجھ کر اس کے حصول کی کوشش کرتا رہے اور جو کوئی شرافتِ نسبی کے اعتبار سے اس سے کمتر ہے، اس کو ذرا حقیر نہ سمجھے، کیونکہ یہ تکبر ہے۔ اور جس شخص کو یہ عرفی فضیلت حاصل نہ ہو اسے چاہیے کہ اس فکر میں نہ پڑے اور شرعی فضیلت یعنی تقویٰ کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہے اور خوب سمجھ لے کہ جو چیز حق تعالیٰ نے مجھے عطا نہیں فرمائی، وہ میرے لیے مناسب نہ تھی، کیونکہ وہ مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہے۔ (ماخوذ از جواہر الفقہ، ج:۲، ص:۶۹)

''شعب الإيمان'' میں ہے:

''عن جابر بن عبد اللہؓ قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في وسط

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أيام التشريق خطبة الوداع، فقال: "يا أيها الناس! إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لافضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولالأحمر على أسود، ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوى ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ'' (فصل: و مما يجب حفظ اللسان منه الفخر بالآباء، ج:٧، ص:١٣٢، ط: مكتبة الرشد)

بخاری شریف میں ہے:

''فأما رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يفر، فلقد رأيته وإنه لعلىٰ بغلته البيضاء، وإن أبا سفيان أخذ بلجامها والنبي صلى الله عليه وسلم يقول: أنا النبي لاكذب أنا ابن عبد المطلب.''

(صحيح البخاري، باب من قاد دابة غيره في الحرب، ج:٤، ص:٣٠، دارطوق النجاة)

''المعجم الكبير للطبراني'' میں ہے:

''عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله تعالىٰ قسم الخلق قسمين، فجعلني في خيرها نسبا، فذلك قوله: "وَأَصْحَابُ الْيَمِيْنِ" (الواقعة:٢٧) "وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ" (الواقعة:٤١) فأنا من أصحاب اليمين وأنا من خير أصحاب اليمين، ثم جعل القسمين بيوتا، فجعلني في خيرهما بيتا، فذلك قوله: "فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○" (الواقعة:٨- ١٠) فأنا من خير السابقين، ثم جعل البيوت قبائل، فجعلني في خيرها قبيلة، فذلك قوله: "شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ" (الحجرات: ١٣) فأنا أتقى ولد آدم وأكرمهم على الله عز وجل، ولافخر، ثم جعل القبائل بيوتا، فجعلني في خيرها بيتا، فذٰلك قوله: "إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" (الاحزاب:٣٣).''

(المعجم الكبير للطبراني، بقية أخبار الحسن بن عليؓ، ج:٣، ص:٥٦، ط: مكتبه ابن تيمية)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''(وتعتبر) الكفاءة للزوم والنكاح، خلافًا لمالك (نسبًا فقريش) بعضهم (أكفاء) لبعض.'' (فتاویٰ شامی، باب الکفاءۃ، ج:٣، ص:٨٦، ط: سعید)

فقط واللہ اعلم

کتبہ
رمیز منصور علی
تخصصِ فقہِ اسلامی
جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
محمد عبدالقادر

الجواب صحیح
شعیب عالم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ادارہ

بیع مؤجل کے بارہ میں فیصلہ کن رائے

ترجمہ، تقدیم وتتمہ: مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب۔صفحات: ۲۱۰۔ قیمت: درج نہیں۔
ناشر: مکتبۃ الحسین، کراچی، رابطہ نمبر: 0323-9906066۔ اسٹاکسٹ اور ملنے کا پتا: اسلامی کتب خانہ بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

زیرِتبصرہ کتاب ایک عربی کتاب ''القول الفصل في بیع الأجل'' کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کے مترجم حضرت مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ اور شعبہ تخصص فقہِ اسلامی کے ناظم ہیں، آپ صاحبِ علم ومطالعہ اور صاحبِ قلم شخصیت ہیں۔ آپ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''القول الفصل في بیع الأجل'' ایک کویتی عالم شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق کی تالیف ہے، جو تقریباً ۱۹۸۵ء میں طبع ہوئی تھی۔ یہ تالیف حجم میں مختصر، معانی ومدعا میں اپنے موضوع کی منقح ومدلل بحث ہے جو مختصر ابتدائیہ اور جامع انداز میں پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب: بیوع الآجال سے ہماری مراد اُدھار خرید وفروخت کی کون سی صورتیں ہیں؟

دوسرا باب: اُدھار ادائیگی کی بنا پر نقد قیمت سے زائد قیمت مقرر کرکے کی جانے والی خرید وفروخت کو جائز کہنے والے اہلِ علم کے دلائل کا بیان ہے۔

تیسرا باب: ''بیع الأجل'' کے جواز کے قائل اہلِ علم کے دلائل کا تجزیہ اور ان کے پیش کردہ (دلائل) شبہات کی تردید فرمائی گئی ہے۔

چوتھا باب: نقد قیمت پر اضافے کے ساتھ اُدھار فروختگی (بیع مؤجل) پر مبنی مروجہ خرید وفروخت کی بعض نئی صورتیں زیرِ بحث لائی گئی ہیں، جن میں مروجہ اسلامی بینکوں کا مرغوب عنصر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مرابحہ'' کا ذکر خوب واشگاف الفاظ میں کیا گیا ہے۔

پانچواں باب: بیع اجل کے بارہ میں یہ دوٹوک موقف اختیار کیا گیا ہے کہ ''بیع مؤجل'' ربوی معاملات کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ چار قسم کے دلائل ۱: نص شرعی، ۲: غیر معارض قول صحابیؓ، ۳: قیاسِ شرعی، ۴: سدِذرائع، سے اس بیع کی شناعت، قباحت اور ممانعت کو ثابت کیا گیا ہے...الخ۔''

اس کتاب کا ترجمہ بہت ہی آسان اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ''پیش گفتار'' کے عنوان کے تحت چند تمہیدی باتوں کے علاوہ ایک غلطی فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے اور ''تتمہ'' کے عنوان سے پاکستان میں مروجہ غیرسودی بینکاری کے مراحل کا تذکرہ باحوالہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جو چیز (بیع اجل) پہلے چار مراحل میں ایک حیلہ، ذریعہ اور وقتی ضرورت تھی، وہ حلال بیع کی قسم کیسے بن گئی؟ اور ساتھ ہی یہ بات بھی باور کرائی گئی ہے کہ ''بینکنگ'' کی بنیاد اور بینک سے اصل مقصد سرمایہ جمع کرنا اور آگے سود پر دینا ہے، نہ کہ یہ ایک تجارتی ادارہ ہے جو عام تاجروں کی طرح خرید وفروخت کرتا ہے۔ بہرحال اس کتاب کے پڑھنے سے قاری کو ''غیرسودی بینکاری'' کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور ساتھ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس بینکاری کی بنیاد کن چیزوں پر رکھی گئی ہے؟ اس موضوع سے مناسبت رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب کا ٹائٹل خوبصورت، کاغذ متوسط، سیٹنگ عمدہ اور جلد مضبوط ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مسلمانوں کو کھلے اور چھپے سود اور سودی معاملات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

الفاظِ طلاق کے احکام

مولانا محمد نواز یوسف زئی صاحب۔ صفحات: ۴۳۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ السنان، کراچی۔ فون نمبر: 0310-2574260

زیرِتبصرہ کتاب کے مؤلف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور متخصص علومِ فقہ وعلومِ حدیث ہیں۔ آپ نے یہ کتاب اپنے استاذ مفتی شعیب عالم صاحب (استاذ ونائب مفتی دارالافتاء جامعہ بنوری ٹاؤن) کی نگرانی میں مرتب کی ہے۔ ''طلاق کے الفاظ'' کو حروفِ تہجی کے مطابق جمع کیا گیا ہے، پہلے باب میں طلاق کے کنائی الفاظ کو جمع کیا ہے۔ دوسرے باب میں طلاق کے صریح اور واضح الفاظ کو جمع کیا ہے، اور تیسرے باب میں طلاق کے صریح بائن الفاظ کو جمع کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مفتی شعیب عالم صاحب کا اہم مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اہم ہے کہ اردو زبان میں طلاق کے وقت ادا کیا گیا لفظ کیا تھا اور اس سے کونسی طلاق واقع ہوگی، یہ سب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کتاب کے مطالعہ سے بآسانی معلوم ہوجائے گا۔لیکن مفتی شعیب عالم صاحب کے بقول پھر بھی مستند مفتی صاحب کے پاس جاکر حکم معلوم کریں، محض کتاب کے مطالعہ سے ازخود عامی آدمی کوئی حکم نہ لگائے۔ بہرحال یہ کتاب مؤلف موصوف کی بہت عمدہ کاوش ہے۔

کتاب کا کاغذ متوسط، ٹائٹل خوبصورت، سیٹنگ عمدہ اور جلد مضبوط ہے۔

لهو الحديث (لا یعنی قول وفعل)

مولانا حافظ لیاقت علی شاہ نقشبندی غفوری صاحب۔صفحات: ۱۶۸۔ قیمت: درج نہیں۔
ناشر: مکتبہ غفوریہ، نزد جامعہ اسلامیہ درویشیہ، بی بلاک، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے: ''کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے؟'' ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''انسان کیا خیال کرتا ہے کہ اُسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟'' ایک اور جگہ فرمایا: ''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔'' انسانی آزمائش کے لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کھلی اجازت دے رکھی ہے کہ وہ انسانوں کو فضولیات میں لگا کر اسے تباہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انسانوں کو فرمادیا کہ: ''شیطان تمہارا دشمن ہے، پس تم بھی اسے دشمن سمجھو۔'' اس لیے کہ شیطان اپنے پیچھے لگا کر تمام انسانوں کو جہنمی بنانا چاہتا ہے۔

زیرِتبصرہ کتاب میں قرآن کریم کی آیت ''لهو الحديث'' کا معنی، مفہوم، مراد اور اس کے تحت موجودہ زمانہ کی کون کون سی چیزیں داخل ہیں اور وہ کس طرح انسانیت کو تباہ کررہی ہیں اور ان سے بچاؤ کا راستہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ اس کتاب میں مدلل طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر گھر میں ہو اور اس میں سے روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھ کر گھر کے بچوں اور افراد کو سنایا جائے، تاکہ گھر کے لوگ فضولیات اور واہیات چیزوں سے بچ سکیں۔

فضیلتِ والدین، تربیتِ اولاد مع اسلامی زندگی کے آداب واحکام

جناب محمد اسلم صاحب۔صفحات: ۶۵۔ قیمت: کوئی نہیں (بلامعاوضہ)۔ ملنے کا پتا: جامعہ تعلیم الاسلام اشرفیہ، نزد الہاشم کالونی، ہارون آباد، بہاولنگر۔فون نمبر: 0333-6329378

زیرِتبصرہ کتاب میں والدین کی فضیلت، اولاد کی تربیت اور اسلامی زندگی کے آداب واحکام کو مشائخ اور بزرگانِ دین کے ملفوظات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ایک فون کرکے یہ کتاب بلاقیمت منگوائی جاسکتی ہے۔کتاب کا کاغذ متوسط اور ٹائٹل، سیٹنگ اور جلد وغیرہ بس مناسب ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یعنی دوزخ، جس میں وہ داخل ہوں گے جو بہت بری جگہ ہے۔ (قرآن کریم)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com